دھرتی

SDPI
Sustainable Development Policy Institute

دھرتی کا مقصد ترقیاتی برادری، نجی شعبہ، سرکاری اداروں اور متعلقہ شہریوں کو اپنی تحقیقی کاوشوں اور پائیدار ترقی کے حوالے سے اپنی جدوجہد سے آگاہ کرنا ہے۔اس کے علاوہ یہ ماحول اور ترقی کے حوالے سے اہم ملکی و بین الاقوامی پیشرفت سے بھی آگاہ کرتا ہے۔

دھرتی میں ظاہر کئے جانے والے خیالات، لکھنے والوں کے اپنے ہیں اور پالیسی انسٹیٹیوٹ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) کا بحیثیت ادارہ ان سے اتفاق ضروری نہیں۔

بانی: احمد سلیم (مرحوم)
مدیر: معظم شریف بھٹی

پالیسی انسٹیٹیوٹ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) کا خبر نامہ دھرتی ہر تین ماہ بعد شائع ہوتا ہے۔

فہرست

◆ مضبوط دفاع کے باوجو کمزور حکمرانی پائیدار ترقی کے لئے ایک بڑا داخلی چیلنج ہے 01
◆ ونڈ انرجی کو منافع بخش توانائی میں بدلا جاسکتا ہے 02
◆ آبادی میں تیز رفتار اضافہ اور صحت پر کم سرمایہ کاری ترقیاتی اہداف کیلئے سنگین خطرہ 03
◆ ایس ڈی پی آئی اور اے آئی جیو نیویگیٹرز کے درمیان معاہدے پر دستخط 04
◆ یادرفتگاں
احمد سلیم: محروم طبقات کی توانا آواز 06
◆ نئے شمسی ضوابط خطرے کی گھنٹی صارفین گرڈ سے الگ ہو سکتے ہیں: ماہرین 07
◆ فکر سے فہم تک 09
◆ آبی تنازعات عالمی فوروم پر اٹھائے جائیں
نصیر میمن 10
◆ پاکستان میں فائیو جی اور مستقبل کی ضروریات 12
◆ آئندہ بجت میں بچوں کی تعلیم، صحت اور تحفظ کو ترجیح دینے کا مطالبہ 16
◆ رواں سال مون سون شدید خطرناک؛ ماہرین کا انتباہ 22

جنوری - مارچ 2026
جلد: 27 شمارہ: 1-3
کمپوزنگ: شاہد رسول ترجمہ: عابد رشید
تزئین و تالیف: علی عامر جاوید
تصاویر: شکیل احمد جاوید اور راجہ محمد عمر

10-ڈی ویسٹ، تھرڈ فلور، تیمور چیمبرز،
فضل حق روڈ، بلیو ایریا، اسلام آباد پاکستان
پوسٹ بکس نمبر 2342، اسلام آباد، پاکستان
فون: 051-2278134/2270674
فیکس: 051-2278135
ای میل: urdu@sdpi.org
ویب سائٹ: http://www.sdpi.org/

حرف آغاز

معزز قارئین کرام!

پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی شعبہ اردو کی مطبوعات بوجہ انتقال احمد سلیم صاحب زیر التواء رہیں جس پر ادارہ کی شعبہ اردو کی تنظیمِ نو کے بعد خبر نامہ ''دھرتی'' سہ ماہی اور ''پائیدار ترقی'' ششماہی اردو جرائد کی باقاعدہ اشاعت کی جا رہی ہے۔ان مجلّات کو عام فہم اور عصرِ حاضر کی تحقیقی ضروریات سے ہم آہنگ کرتے ہوئے آپ کی مشاورت اور سہولت کے لئے ان شمارہ جات کے دورانئے بھی زیر غور ہیں۔مزید براں نامور شعراء، مصنفین، دانشور اور قلمکاروں پر مشتمل مجلسِ مشاورت و ادارتی مجلس تشکیل دی جا رہی ہے۔جس سے اس کے تحریری معیار و اسلوب میں نکھار و بہتری لائی جا سکے گی۔ شعبہ ہذا کی ادارتی ذمہ داری مجھ پر تفویض کی گئی ہے۔

خیر اندیش
معظم شریف بھٹی

مضبوط دفاع کے باوجود کمزور طرز حکمرانی پائیدار ترقی کے لئے ایک بڑا داخلی چیلنج ہے

انسانی تحفظ کے ماہر اور انسٹیٹیوٹ فار اسٹریٹجک اسٹڈیز، ریسرچ اینڈ اینالیسس (ISSRA) کے سابق ڈائریکٹر جنرل میجر جنرل (ر) احسان محمود خان نے کہا ہے کہ مضبوط دفاع کے باوجود طرز حکمرانی پاکستان کی سلامتی، قوم کی بقاء اور پائیدار ترقی کے لئے بڑے داخلی چیلنجوں میں سے ایک ہے۔13 جنوری 2026 پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) میں جامع سکیورٹی اور پائیدار ترقی:

میجر جنرل (ر) احسان محمود خان ایس ڈی پی آئی میں جامع سکیورٹی اور پائیدار ترقی کے موضوع پر لیکچر دے رہے ہیں

تصورات اور عملی پہلو کے موضوع پر لیکچر دیتے ہوئے انہوں نے انسانی تحفظ کے تصور کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ یہ صرف خطرات کی عدم موجودگی نہیں بلکہ ان سے نمٹنے کی صلاحیت کا نام ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر محبوب الحق کے نظریات کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ انسانی تحفظ میں معاشی، غذائی، صحت، ماحولیاتی اور سماجی پہلو شامل ہیں۔ میجر جنرل (ر) احسان خان نے پاکستان کے لئے جامع قومی سلامتی کے ماڈل پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ حقیقی تحفظ اسی وقت ممکن ہے جب مختلف قومی شعبے ہم آہنگی کے ساتھ آگے بڑھیں۔ اس موقع پر مختلف سوالوں کے جواب دیتے ہوئے انہوں نے واضح کیا کہ ریاستی سلامتی اور انسانی سلامتی ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں۔ انہوں نے حکمرانی میں اصلاحات، بہتر خدمات کی فراہمی اور داخلی نظاموں کی مضبوطی کو پائیدار ترقی کے لئے ضروری قرار دیا اور اس بات پر زور دیا کہ پاکستان کو اپنی داخلی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ سکیورٹی اور ترقی ایک دوسرے کو مضبوط بناتے ہیں اور متوازن پیش رفت کے بغیر جامع سکیورٹی کا حصول ممکن نہیں۔

ونڈ انرجی کو منافع بخش توانائی میں بدلا جاسکتا ہے

توانائی کے بدلتے منظرنامے میں پاکستان ایک ایسے موڑ پر کھڑا ہے جہاں مواقع بھی بے شمار ہیں اور چیلنجز بھی گہرے ہیں۔ انہی امکانات اور مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) اسلام آباد کے زیرِ اہتمام پاکستان میں ونڈ کرٹلمنٹ: سیکٹر کپلنگ کے ذریعے آگے کا راستہ کے موضوع پر ایک اہم ویبینار منعقد ہوا، جس میں ماہرینِ توانائی، پالیسی سازوں اور صنعت سے وابستہ نمائندوں نے شرکت کی۔ ویبینار میں اس امر پر زور دیا گیا کہ پاکستان میں ہوا اور شمسی توانائی کی وہ صلاحیت جو اس وقت جزوی یا مکمل طور پر ضائع ہو رہی ہے اگر مؤثر حکمتِ عملی بروئے کار لائی جائے تو نہ صرف توانائی کے شعبے پر مالی دباؤ کم ہوسکتا ہے بلکہ معیشت کو بھی ایک نئی جہت مل سکتی ہے۔ مقررین کے مطابق ونڈ انرجی سے پیدا شدہ بجلی کا گرڈ میں شامل نہ ہونا ایک ایسا مسئلہ ہے جو سرمایہ کاروں کے اعتماد کو مجروح کرنے کے ساتھ ساتھ قومی وسائل کے ضیاع کا باعث بھی بن رہا ہے۔ ماہرین نے واضح کیا کہ اس مسئلے کی بنیاد پاکستان کا بجلی کا ترسیلی نظام اور گرڈ کی محدود صلاحیت ہے۔ نتیجتاً، سستی اور ماحول دوست بجلی پیدا ہونے کے باوجود استعمال نہیں ہو پاتی...... سیکٹر کپلنگ ایک ایسا تصور ہے جو توانائی کے مختلف

شعبوں، مثلاً بجلی، صنعت، ٹرانسپورٹ اور گیس کو باہم مربوط کرنے کی بات کرتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے اگر ان شعبوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی جائے تو وہ بجلی جو آج ضائع ہو رہی ہے، کل صنعتوں، برآمدی مصنوعات، یا حتیٰ کہ ہائیڈروجن کی پیداوار میں استعمال ہوسکتی ہے۔ اس طرح نہ صرف توانائی کا بہتر استعمال ممکن ہوگا بلکہ روزگار کے نئے مواقع بھی پیدا ہوں گے اور برآمدات میں اضافہ بھی ہوگا۔ مقررین نے اس امر پر بھی اتفاق کیا کہ اس سمت میں پیش رفت کیلئے گرڈ اصلاحات ناگزیر ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے ترسیلی نظام کو مضبوط بنانا، پیشگی منصوبہ بندی کو بہتر کرنا اور لچکدار ٹیرف متعارف کروانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ توانائی کے شعبے میں اصلاحات کو صنعتی پالیسی سے ہم آہنگ کیے بغیر مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کیے جاسکتے۔ مربوط توانائی اور اقتصادی حکمتِ عملی کے ذریعے نہ صرف بجلی کے نظام کو مستحکم بنایا جاسکتا ہے بلکہ ہائیڈروجن توانائی، سٹوریج ٹیکنالوجیز اور صنعتی ترقی کے نئے دروازے بھی کھولے جاسکتے ہیں۔ یہ ویبینار اس حقیقت کا عکاس تھا کہ پاکستان میں توانائی کا مسئلہ صرف پیداوار کا نہیں بلکہ مؤثر استعمال اور دانشمندانہ منصوبہ بندی کا بھی ہے اگر درست سمت میں پیش رفت کی جائے تو وہی ہوا اور سورج، جو آج ضائع ہو رہے ہیں کل ملک کی اقتصادی خودمختاری کا استعارہ بن سکتے ہیں۔

ونڈ انرجی سے پیدا شدہ بجلی کا گرڈ میں شامل نہ ہونا سرمایہ کاروں کے اعتماد کو مجروح کرنے کے ساتھ ساتھ قومی وسائل کے ضیاع کا باعث بھی بن رہا ہے۔

آبادی میں تیز رفتار اضافہ اور صحت پر کم سرمایہ کاری ترقیاتی اہداف کیلئے سنگین خطرہ: ماہرین

تیزی سے بڑھتی آبادی، محدود وسائل اور صحت کے نظام پر بڑھتا دباؤ ایسے چیلنجز ہیں جنہوں نے پاکستان کے مستقبل کو ایک نازک دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے۔ انہی حساس موضوعات پر غور کیلئے پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) نے قومی صحت اور آبادی پالیسی (2026–2035): خلا کو پُر کرنے کی کوشش کے موضوع پر ایک اعلیٰ سطح کے پالیسی مکالمہ کا انعقاد کیا، جس میں ماہرینِ صحت، پالیسی سازوں اور سماجی شعبے کے نمائندوں نے شرکت کی۔

مکالمے میں اس امر پر شدید تشویش کا اظہار کیا گیا کہ پاکستان میں آبادی کی تیز رفتار نمو، صحت کے شعبے میں ناکافی سرمایہ کاری اور مالی وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم، ترقیاتی اہداف کے حصول میں بڑی رکاوٹ بن چکی ہے۔ مقررین نے واضح کیا کہ عام گھرانوں کی آمدنی کا بڑا حصہ خوراک، رہائش اور یوٹیلیٹیز پر صرف ہو جاتا ہے جبکہ صحت اور تعلیم جیسے بنیادی شعبے کا مسلسل نظرانداز ہونا ایک ایسے سماجی عدم توازن کو جنم دے رہا ہے جس کے اثرات دوررس ہو سکتے ہیں۔

یونیورسل ہیلتھ کوریج کے تناظر میں ماہرین نے صحت کی سہولیات تک غیر مساوی رسائی، معیار کی کمی اور مالی تحفظ کے فقدان کو نمایاں مسئلہ قرار دیا۔ قومی صحت و آبادی پالیسی (2026–2035) کے مسودے پر بات کرتے ہوئے ماہرین نے اس بات پر زور دیا کہ آبادی کے درست تخمینے اور شفاف ڈیٹا کے بغیر کوئی بھی پالیسی مؤثر ثابت نہیں ہو سکتی۔ مکالمے کے دوران قومی مالیاتی کمیشن (NFC) ایوارڈ پر نظرثانی کی ضرورت بھی اجاگر کی گئی تاکہ وسائل کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنایا جا سکے اور صحت و آبادی سے متعلق ترجیحات کو بہتر انداز میں پورا کیا جا سکے۔ یہ پالیسی مکالمہ اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ پاکستان کو محض اقتصادی ترقی نہیں بلکہ انسانی ترقی کے ایک جامع وژن کی ضرورت ہے جہاں صحت مند آبادی ہی پائیدار ترقی کی بنیاد بن سکے۔ اگر بروقت اور دانشمندانہ فیصلے کیے جائیں تو موجودہ چیلنجز کو مواقع میں بدلا جا سکتا ہے بصورت دیگر یہی مسائل مستقبل کے لیے ایک بڑا بوجھ بن سکتے ہیں۔

> **پاکستان کو محض اقتصادی ترقی نہیں بلکہ انسانی ترقی کے ایک جامع وژن کی ضرورت ہے جہاں صحت مند آبادی ہی پائیدار ترقی کی بنیاد بن سکے**

اس موقع پر ایس ڈی پی آئی اور اختر حمید خان فاؤنڈیشن کے درمیان مفاہمتی یادداشت پر بھی دستخط کیے گئے۔ اس شراکت داری کا مقصد تحقیق، پالیسی جدت اور کچرا انتظام کے پائیدار نظام کو فروغ دینا ہے۔ خاص طور پر غیر رسمی شعبے سے وابستہ کچرا چننے والوں کو باضابطہ معیشت میں شامل کرنے اور کمیونٹی سطح پر بہتری لانے کو اس تعاون کا مرکزی ہدف قرار دیا گیا۔

ایس ڈی پی آئی اور اے آئی جیو نیویگیٹرز کے درمیان معاہدے پر دستخط

اسلام آباد میں 21 جنوری 2026 کو پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) اور اے آئی جیو نیویگیٹرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کے درمیان مفاہمتی یادداشت پر دستخط کئے گئے، جس کا مقصد شواہد پر مبنی پالیسی تحقیق اور پائیدار ترقی کی منصوبہ بندی میں مصنوعی ذہانت اور جیواسپیشل ٹیکنالوجی کا فروغ ہے۔ معاہدے کے تحت دونوں ادارے مشترکہ تحقیق، تربیتی پروگرامز، انٹرن شپ، اور وسائل کے تبادلے میں تعاون کریں گے۔ اس موقع پر ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے نتائج پر مبنی حکمتِ عملی اور عملی اقدامات کی اہمیت پر زور دیا۔ اے آئی جیو نیویگیٹرز کے سی ای او

عاصم جاوید نے کہا کہ ادارہ جدید اے آئی ماڈلز کے ذریعے ڈیٹا کے موثر استعمال اور مستقبل کی پیش گوئیوں پر کام کر رہا ہے اور اس شراکت داری سے تحقیق اور پالیسی سازی میں بہتری آئے گی۔ تقریب میں ایس ڈی پی آئی کی نمائندہ زینب نعیم نے ادارے کے تحقیقی کردار اور عالمی سطح پر روابط پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ ادارہ مختلف شعبوں میں پالیسی تحقیق اور مشاورت فراہم کر رہا ہے اس شراکت داری کو تحقیق، پالیسی جدت اور پائیدار ترقی کے فروغ کے لئے اہم پیش رفت قرار دیا گیا۔

ایس ڈی پی آئی اور سی سی پی کا اشتراک، مسابقتی نظام مضبوط بنانے کا فیصلہ

اسلام آباد میں پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) اور کمپیٹیشن کمیشن آف پاکستان (CCP) کے درمیان 22 جنوری 2026 کو مفاہمتی یادداشت پر دستخط کئے گئے۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے کہا کہ پالیسی سازی میں صرف مسائل کی نشاندہی کافی نہیں بلکہ قابلِ عمل حل پیش کرنا ضروری ہے۔ انہوں نے مصنوعی ذہانت کو ڈیٹا کے موثر استعمال اور تنقیدی تجزیے کے لئے اہم قرار دیا اور بتایا کہ ادارہ 2026 میں اے آئی پر مبنی تحقیق اور تربیت پر خصوصی توجہ دے گا۔ چیئر مین سی سی پی ڈاکٹر کبیر احمد سدھو نے کہا کہ اس شراکت داری سے پالیسیوں کا از سرِ نو جائزہ لینے اور مارکیٹ کی ضروریات کے مطابق جدید حل پیش کرنے میں مدد ملے گی۔ انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ سی سی پی دیگر تھنک ٹینکس کے ساتھ بھی تعاون کو فروغ دے گا۔ مفاہمتی یادداشت کے تحت دونوں ادارے تحقیق، مارکیٹ

تجزیے اور ضابطہ جاتی فریم ورک کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے مل کر کام کریں گے تاکہ مسابقتی اور عوام دوست منڈیوں کو فروغ دیا جاسکے۔

کوئلہ بجلی گھروں کی ری پرپوزنگ: صاف توانائی اور مالی استحکام کی جانب پیش رفت

> کوئلے سے چلنے والے بجلی گھروں کو مکمل طور پر ترک کرنے کے بجائے انہیں نئے مقاصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے

وزیر مملکت برائے موسمیاتی تبدیلی ڈاکٹر شیزرا منصب علی خان نے کہا ہے کہ توانائی منتقلی ایک اہم مرحلے میں داخل ہو چکی ہے اور کوئلے پر انحصار اب مالی اور ماحولیاتی بوجھ بن چکا ہے25 جنوری2026 کو پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) کے زیرِ اہتمام اس فکری نشست میں گفتگو کا محور صرف توانائی نہ تھیبہ مستقبل کی معیشت، ماحول اور معاشرتی انصاف کا ایک ہمہ جہت سوال تھا۔وزیرِ مملکت برائے موسمیاتی تبدیلی ڈاکٹر شیزرا منصب علی خان کی باتیں محض پالیسی بیانیہ نہیں تھا بلکہ ایک ایسے شعور کی عکاسی تھے جو بدلتے ہوئے عالمی تناظر میں پاکستان کی سمت متعین کر رہا ہے۔تاہم، اس منتقلی کو صرف ایک تکنیکی یا معاشی عمل کے طور پر نہیں دیکھا جا سکتا۔ڈاکٹر شیزرا نے اس پہلو پر زور دیا کہ صاف توانائی کی طرف سفر کو حقیقت پسندانہ اور منصفانہ بنانا ہوگا——

ایسا سفر جس میں روزگار کے مواقع محفوظ رہیں اور نئی مہارتوں کی تربیت کے ذریعے لوگوں کو اس تبدیلی کا حصہ بنایا جائے۔یوں توانائی کی یہ منتقلی محض ایندھن کی تبدیلی نہیں بلکہ انسانی وسائل کی ازسرِ نو تشکیل بھی ہے۔ماہرین نے اس مکالمے کو مزید گہرائی دیتے ہوئے ایک اہم نکتہ اٹھایا: کوئلے سے چلنے والے بجلی گھروں کو مکمل طور پر ترک کرنے کے بجائے انہیں نئے مقاصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔''ری پرپوزنگ'' دراصل ایک ایسا تصور ہے جو ماضی کے ڈھانچوں کو مستقبل کی ضرورتوں سے ہم آہنگ کرتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ، قابلِ تجدید توانائی کی طرف منتقلی کو ایک وسیع تر اصلاحاتی عمل سے جوڑا گیا——جس میں گرڈ مینجمنٹ کی بہتری، اسمارٹ ٹیرف کا نفاذ، اور توانائی منصوبہ بندی میں جدید تقاضوں کو شامل کرنا شامل ہے۔ماہرین نے اس بات پر زور دیا کہ اگر یہ اصلاحات ہم آہنگی کے ساتھ نہ کی گئیں تو توانائی کا نظام عدم توازن کا شکار ہوسکتا ہے۔ایک اور اہم پہلو جس پر زور دیا گیا، وہ لاگت و فائدہ تجزیہ تھا۔مقررین کے مطابق پالیسی سازی میں جذبات یا وقتی دباؤ کے بجائے ٹھوس اعداد و شمار اور جامع تجزیے کو بنیاد بنایا جانا چاہئے، تاکہ ہر فیصلہ نہ صرف ماحول بلکہ معیشت کیلئے بھی سودمند ہو۔اس ویبینار نے ایک واضح سمت ضرور متعین کی ہے کہ پاکستان اگر ایک صاف، پائیدار اور معاشی طور پر مستحکم توانائی نظام کی طرف بڑھنا چاہتا ہے تو اسے مربوط حکمتِ عملی، جدید مالیاتی ماڈلز اور مسلسل پالیسی اصلاحات کو اپنا شعار بنانا ہوگا۔

لفظوں کا درویش — احمد سلیم کی 81ویں سالگرہ پر ایک یادگاری منظرنامہ

اسلام آباد میں جنوری کی ایک سرد شام ایسے شخص کے نام رہی جس نے اپنی زندگی لفظوں، فکر اور مزاحمت کے نام کی۔ معروف پنجابی شاعر، محقق، ادیب، دانشور اور ڈرامہ نگار احمد سلیم کی 81ویں سالگرہ کے موقع پر 27 جنوری کو منعقد ہونے والی یہ تقریب محض ایک رسمی اجتماع نہیں تھا بلکہ یہ ایک عہد، ایک روایت اور ایک جہد مسلسل کا اعتراف تھا۔ تقریب میں موجود ہر شخص کے دل میں ایک الگ کہانی، ایک الگ یاد، اور ایک الگ عقیدت موجزن تھی۔ احمد سلیم جو دو دہائیوں تک پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) کے ساتھ وابستہ رہے، ان کی علمی و فکری خدمات کو ایک زندہ روایت کے طور پر دیکھا گیا۔ بیس برس سے زیادہ عرصے پر محیط یہ وابستگی محض ایک پیشہ ورانہ تعلق نہیں بلکہ ایک نظریاتی ہم آہنگی کا استعارہ تھی جس میں تحقیق اور مزاحمت ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے آگے بڑھتے رہے۔ تقریب میں پیش کی جانے والی خصوصی دستاویزی فلم، گویا احمد سلیم کی زندگی کا ایک بصری سفر تھی — لفظوں سے لے کر عمل تک اور خوابوں سے لے کر حقیقت تک اس فلم میں ان کے دل کی نرمی بھی؛ ان کے نظریے کی پختگی بھی تھی اور ان کے لہجے کی سچائی بھی مقررین نے احمد سلیم کو محض ایک ادیب یا محقق کے طور پر نہیں بلکہ محروم اور مظلوم طبقات کی توانا آواز کے طور پر یاد کیا۔ ان کی تحریریں، ان کی نظمیں اور ان کے ڈرامے...... سب اس بات کے گواہ ہیں کہ وہ لفظ کو صرف اظہار کا وسیلہ نہیں بلکہ مزاحمت کا ہتھیار سمجھتے تھے۔ ان کے ہاں ادب، زندگی سے جدا کوئی شے نہیں بلکہ زندگی کا سب سے سچا عکس ہے۔ سینیٹر فرحت اللہ بابر نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے احمد سلیم کو ''قومی اثاثہ'' قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ایسے لوگوں کا کام صرف پڑھنے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اسے محفوظ کرنے، سمیٹنے اور آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کے الفاظ میں ایک سنجیدہ تشویش بھی تھی اور ایک واضح

احمد سلیم کی 81 ویں سالگرہ کے موقع پر پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی میں کیک کاٹنے کے موقع پر معروف شاعر و دانشور

مطالبہ بھی احمد سلیم کے وسیع تحقیقی وادبی ذخیرے کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔ایس ڈی پی آئی کے سربراہ ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے اس موقع پر بتایا کہ ادارے میں ''احمد سلیم ریسرچ روم'' قائم کیا جاچکا ہے جہاں ان کے علمی کام کو نہ صرف محفوظ کیا جارہا ہے بلکہ اسے ڈیجیٹل شکل دے کر نئی نسل تک پہنچانے کی کوشش بھی کی جارہی ہے۔ یہ اقدام دراصل اس اعتراف کا عملی اظہار ہے کہ احمد سلیم جیسے لوگ وقت کے ساتھ نہیں گزرتے بلکہ وقت کو اپنے اندر سمو لیتے ہیں۔

ڈاکٹر حمیرا اشفاق اور محترم پناہ بلوچ احمد سلیم صاحب کی 81 ویں سالگرہ کے موقع پر خیالات کا اظہار کرتے ہوئے

تقریب کے دوران مقررین نے احمد سلیم کی شاعری، تحقیق اور انسانی حقوق، جمہوریت اور سماجی انصاف کیلئے ان کی جدوجہد کو بھرپور خراجِ عقیدت پیش کیا۔ان کی زندگی اس بات کی دلیل ہے کہ لفظ اگر سچ کے ساتھ کھڑا ہو جائے تو وہ تاریخ کا رخ موڑنے کی طاقت رکھتا ہے۔تقریب کے شرکاء کے چہروں پر فخر کا، محبت کا اور ذمہ داری کا مشترکہ احساس تھا...... یہ احساس کہ احمد سلیم کی علمی وادبی خدمات محض ماضی کا سرمایہ نہیں بلکہ مستقبل کی رہنمائی بھی ہے۔ان کا کام آنے والی نسلوں کے لئے ایک چراغ ہے، جو اندھیروں میں راستہ دکھاتا رہے گا......احمد سلیم کی فکر اور ان کی علمی روشنی ختم ہونے والی نہیں۔ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو جسمانی طور پر موجود ہوں یا نہ ہوں مگر اپنے لفظوں میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں ایک درویش جو لفظوں کے ذریعے دنیا کو بہتر بنانے کا خواب دیکھتا ہے... اور اسے جینے کی کوشش بھی کرتا ہے۔

توانائی

نئے شمسی ضوابط خطرے کی گھنٹی: صارفین گرڈ سے الگ ہو سکتے ہیں: ماہرین

اسلام آباد کی فضا میں 28 جنوری 2026 کی یہ نشست محض ایک مشاورتی مکالمہ نہ تھی، بلکہ ایک ایسا سوال تھا جو آنے والے وقت کی توانائی، معیشت اور عوامی اختیار سے جڑا ہوا ہے: کیا روشنی عوام کا حق رہے گی یا پالیسی کے پیچیدہ جال میں الجھ جائے گی؟ پاکستان رینیوایبل انرجی کولیشن (PREO) اور الائنس فار کلائمیٹ جسٹس اینڈ کلین انرجی (ACJCE) کے زیرِ اہتمام منعقدہ قومی مکالمے میں سینیٹر ڈاکٹر زرقا تیمور اور رکن قومی اسمبلی ڈاکٹر نفیسہ شاہ کی گفتگو میں صرف تشویش ہی نہیں بلکہ ایک واضح تنبیہ بھی تھی۔ان کا کہنا تھا کہ مجوزہ شمسی توانائی ضوابط 2025 نہ صرف قابلِ تجدید توانائی کی پالیسیوں سے متصادم دکھائی دیتے ہیں بلکہ یہ عام صارف کو اس مقام تک لے جاسکتے ہیں جہاں وہ قومی گرڈ سے علیحدگی کو ہی واحد راستہ سمجھنے لگے گا۔ یہ خدشہ محض ایک اندیشہ نہیں بلکہ ایک حقیقت کی عملی جھلک ہے۔

گزشتہ چند برسوں میں عوام نے اپنی مدد آپ کے تحت جس طرح گھروں کی چھتوں پر سورج کی روشنی کو توانائی میں ڈھالا ہے اب اگر اسی سفر میں رکاوٹیں کھڑی کی جائیں تو اس سے اعتماد کا وہ رشتہ بھی کمزور ہوگا جو عوام اور پالیسی کے درمیان قائم ہے۔ ماہرین نے خاص طور پر نیٹ میٹرنگ کے متبادل کے طور پر نیٹ بلنگ نظام کی تجویز پر سوالات اٹھائے۔ ان کے مطابق یہ تبدیلی صارفین کے لئے مالی نقصان کا باعث بن سکتی ہے کیونکہ اس میں پیدا کی جانے والی اضافی بجلی کی قیمت کم ہو جاتی ہے اور فائدہ یکطرفہ طور پر نظام کے حق میں چلا جاتا ہے۔ یوں وہ صارف، جو کل تک توانائی کا ایک فعال شراکت دار تھا، آج محض ایک خریدار بن کر رہ جاتا ہے۔ تاہم اس مکالمے میں ایک توازن بھی موجود تھا۔ نیپرا کے حکام نے وضاحت کی کہ یہ ضوابط ابھی حتمی شکل میں نہیں بلکہ ایک مشاورتی مسودہ ہیں یعنی مکالمے کے دروازے بند نہیں ہوئے۔ ان کا کہنا تھا کہ تکنیکی اصلاحات ناگزیر ہیں کیونکہ توانائی کا نظام محض جذبے پر نہیں، مضبوط ڈھانچے پر بھی قائم ہوتا ہے۔

دیگر ماہرین نے گفتگو کو مزید وسعت دیتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ پالیسی میں تسلسل، صارف دوست اقدامات اور جدید ٹیکنالوجی کا فروغ ناگزیر ہے۔ اگر ہر چند سال بعد پالیسی کا رخ بدلتا رہے تو نہ سرمایہ کار کا اعتماد قائم رہتا ہے اور نہ ہی صارف کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اس مکالمے کا حاصل شاید کسی ایک فیصلے کی صورت میں سامنے نہ آیا ہو مگر ایک اجتماعی شعور ضرور ابھرا: قابلِ تجدید توانائی محض ایک متبادل نہیں بلکہ ایک ناگزیر مستقبل ہے۔ اور اس مستقبل تک پہنچنے کیلئے ایسی پالیسی درکار ہے جو نہ صرف متوازن ہو بلکہ طویل المدتی بھی — ایسی پالیسی جو روشنی کو ایک حق کے طور پر دیکھے۔ یہ بحث ختم ہونی نہیں چاہیے کیونکہ جب سوال روشنی کا ہو تو جواب بھی روشن ہونا چاہئے۔

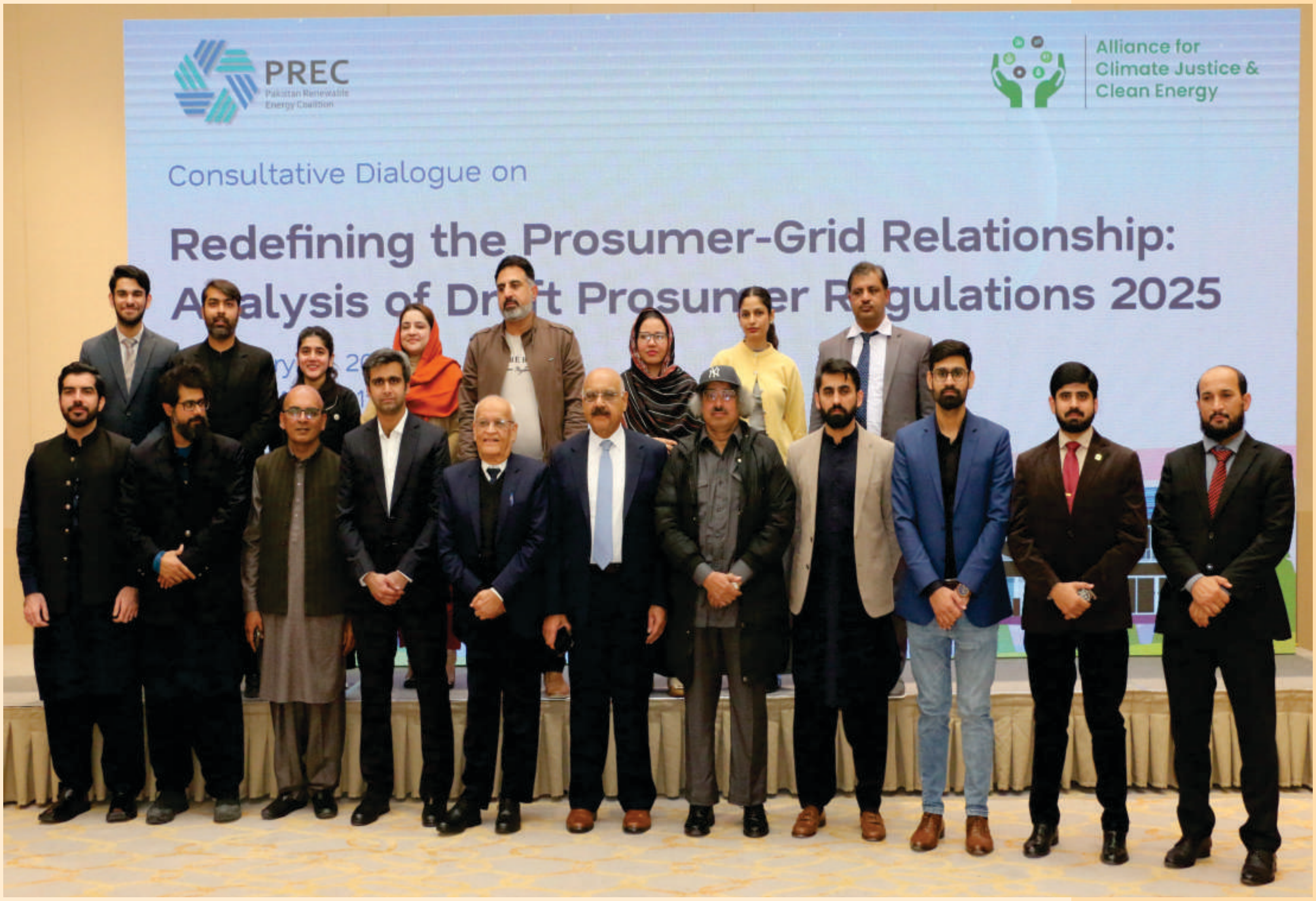

پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی کے زیر اہتمام قومی مکالمے میں شریک ماہرین کا گروپ فوٹو

سالانہ مشاورتی اجلاس

فکر سے فہم تک: پالیسی مکالمے کا نیا بیانیہ

پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) کا سالانہ مشاورتی فورم محض رسمی اجلاس نہیں تھا بلکہ سوچ، تحقیق اور پالیسی کے درمیان فاصلے کو کم کرنے کی ایک شعوری کاوش تھی۔ ایس ڈی پی آئی کے سربراہ ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے فورم کے مقصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ یہ پلیٹ فارم ادارہ جاتی کارکردگی کا جائزہ لینے، ماضی کے تجربات سے سیکھنے اور مستقبل کیلئے واضح سمت متعین کرنے کا ذریعہ ہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ پالیسی سلوشن لیب کو دوبارہ فعال کیا جا رہا ہے یہ اعلان اس بات کی علامت ہے کہ ادارہ محض نظریاتی گفتگو تک محدود نہیں رہنا چاہتا بلکہ فوری اور مؤثر ردِعمل کی صلاحیت بھی پیدا کرنا چاہتا ہے

ایسا ردِعمل جو اہم قومی پالیسی معاملات پر 72 گھنٹوں کے اندر سامنے آ سکے۔ عالمی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) کے پاکستان میں خصوصی نمائندہ ڈاکٹر ماہیر بینیچی نے اپنے خطاب میں ایک نہایت بنیادی مگر اکثر نظر انداز ہونے والے نکتے کی طرف توجہ دلائی: تحقیق اگر عام فہم نہ ہو تو وہ اپنی تاثیر کھو دیتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تھنک ٹینکس کی ذمہ داری صرف تحقیق کرنا نہیں، بلکہ اسے اس انداز میں پیش کرنا بھی ہے کہ پالیسی ساز اور عام شہری یکساں طور پر اس سے مستفید ہو سکیں۔ گویا علم اگر بند کمروں میں قید رہے تو وہ روشنی نہیں، محض ذخیرہ بن کر رہ جاتا ہے۔ انہوں نے ڈیجیٹل ٹیکنالوجی اور مصنوعی ذہانت کے کردار کو اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ جدید دور میں شواہد پر مبنی پالیسی سازی کے لئے ان ذرائع کا استعمال

ڈیٹا، تجزیہ اور ٹیکنالوجی کا امتزاج ہی وہ بنیاد ہے جس پر مستقبل کی مضبوط اور مؤثر پالیسی عمارت کھڑی ہو سکتی ہے

ناگزیر ہو چکا ہے۔ ان کے نزدیک ڈیٹا، تجزیہ اور ٹیکنالوجی کا امتزاج ہی وہ بنیاد ہے جس پر مستقبل کی مضبوط اور مؤثر پالیسی عمارت کھڑی ہو سکتی ہے۔ اس تناظر میں انہوں نے ایس ڈی پی آئی کے کردار کو سراہا، جو تحقیق کو عملی پالیسی میں ڈھالنے کی ایک سنجیدہ کوشش کر رہا ہے۔ فورم کے دوران ادارے کے عملے اور فیکلٹی نے بھی اپنی ذمہ داریوں کا ادراک کرتے ہوئے اس عزم کا اظہار کیا کہ تحقیق کو زیادہ مؤثر، قابلِ رسائی اور عوام دوست بنایا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ادارہ جاتی ہم آہنگی کو مضبوط بنانے پر بھی زور دیا گیا، تاکہ مختلف شعبوں کی تحقیق ایک مربوط سمت میں آگے بڑھ سکے۔ یہ مکالمہ دراصل ایک بڑے سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش تھا: کیا تحقیق محض کتابوں تک محدود رہے گی یا وہ معاشرے کی نبض سے جڑ کر ایک زندہ قوت بنے گی؟ اس سوال کا جواب اسی عزم میں پوشیدہ تھا جو اس فورم میں بار بار ابھرا کہ شواہد پر مبنی تحقیق کو نہ صرف پالیسی سازوں تک بلکہ عام آدمی تک بھی پہنچایا جائے۔ یوں یہ فورم ایک نئے بیانیے کی بنیاد رکھ گیا—ایسا بیانیہ جہاں فکر، فہم میں ڈھلتی ہے اور تحقیق، معاشرے کی رہنمائی کا ذریعہ بنتی ہے کیونکہ جب علم بولتا ہے تو صرف الفاظ نہیں، راستے بھی روشن ہوتے ہیں۔

بھارت کے تجارتی معاہدوں سے کوئی خطرہ نہیں: ڈاکٹر عابد سلہری

پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) کے سربراہ ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے بھارت کے حالیہ اور مجوزہ تجارتی معاہدوں کو پاکستان کے لیے فوری خطرے کے بجائے بہتر تیاری کا پیغام قرار دیا ہے۔10 فروری 2026 کو ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں ڈاکٹر سلہری نے کہا کہ عالمی تجارت اب روایتی معاشی اصولوں کی بجائے سیاسی فیصلوں اور غیر یقینی حالات کے تحت چل رہی ہے جس کے باعث ممالک دو طرفہ اور ترجیحی تجارتی معاہدوں کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ڈاکٹر سلہری نے بتایا کہ بھارت کی برآمدات متنوع اور بڑے حجم کی ہیں جبکہ پاکستان کی برآمدات محدود شعبوں تک مرکوز ہیں۔ 2024 میں بھارت کی یورپی یونین کے ساتھ تجارت تقریباً 120 ارب یورو جبکہ پاکستان کی 12 ارب یورو رہی، اور امریکہ نے بھارت سے 87 ارب ڈالر جبکہ پاکستان سے تقریباً 5 ارب ڈالر کی درآمدات کیں۔

انہوں نے کہا کہ یورپی یونین اور بھارت کے فری ٹریڈ معاہدے کی صورت میں پاکستان کو جی ایس پی پلس سکیم کے تحت ڈیوٹی فری رسائی میں کمی کا خدشہ ہو سکتا ہے جس سے معیار، قیمت اور بروقت ترسیل کی اہمیت بڑھ جائے گی۔ برطانیہ کے حوالے سے ڈاکٹر سلہری نے کہا کہ پاکستان پہلے ہی ترجیحی تجارتی سہولت حاصل کر رہا ہے، اس لیے فوری نقصان کا امکان نہیں، تاہم بھارتی سپلائرز قیمت اور حجم میں مضبوط پوزیشن میں ہوں گے۔ امریکہ اور بھارت کے ممکنہ تجارتی انتظام پر انہوں نے کہا کہ غیر مصدقہ اعلانات کی بنیاد پر فوری فیصلے نہیں کرنے چاہئیں۔

روپے کی قدر میں کمی کے حوالے سے ڈاکٹر سلہری نے کہا کہ یہ حل نہیں کیونکہ درآمدی خام مال مہنگا ہو جاتا ہے اور خریدار معیار، اعتماد اور بروقت سپلائی کو اہمیت دیتے ہیں۔ انہوں نے برآمدات میں تنوع، معیار، ویلیو ایڈیشن، ڈیزائن اور تجارتی سہولت کاری پر توجہ دینے کا مشورہ دیا اور خلیجی ممالک، مشرقی افریقہ اور ایشیا کی نئی منڈیوں کی طرف قدم بڑھانے کی ضرورت پر زور دیا۔

آبی تنازعات عالمی فورمز پر اٹھائے جائیں: نصیر میمن

پانی کے معروف ماہر اور سینئر مشیر نصیر میمن پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی سے منسلک ہو گئے ہیں۔ ان کی ایس ڈی پی آئی کے ساتھ وابستگی کے موقع پر 11 فروری 2026 کو پاکستان میں آبی وسائل کے انتظام کے موضوع پر خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں ادارے کے ڈپٹی ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر شفقت منیر احمد نے نصیر میمن کا تعارف کرایا۔ اس موقع پر خصوصی خطاب کرتے ہوئے نصیر میمن نے کہا کہ پاکستان کے آبی مسائل بنیادی طور پر 1960 کے سندھ طاس معاہدے سے پیدا ہوئے۔ انہوں نے زور دیا کہ پاکستان کو سرحد پار آبی تنازعات کو سارک اور دیگر عالمی فورمز پر زیرِ بحث لانا چاہیے تاکہ انہیں پرامن طریقے سے حل کیا جا سکے۔ نصیر میمن نے کہا کہ علاقائی قیادت کو موسمیاتی تبدیلی اور مشترکہ آبی چیلنجز سے نمٹنے کے لئے باہمی اتفاق رائے پیدا کرنا اور مربوط علاقائی حل تلاش کرنا ضروری ہے۔ انہوں نے انڈس واٹر ٹریٹی پر مفاد پر مبنی مذاکرات کے لیے بیک ڈور ڈپلومیسی کے ذرائع فعال رکھنے کی ضرورت پر بھی زور دیا۔ نصیر میمن نے افغانستان کو بھی اس گفتگو

میں شامل کرنے اور کابل ریور بیسن کے طویل المدتی انتظامات کے لیے باہمی رضامندانہ اصول وضع کرنے کی تجویز دی۔ نصیر میمن نے بتایا کہ پاکستان میں ہر سال تقریباً ڈھائی لاکھ بچے پانی سے متعلق بیماریوں کے باعث جاں بحق ہو جاتے ہیں اور صفائی و آبی انفیکشنز سے ملک کو 380 سے 883 ملین ڈالر تک کا معاشی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

پانی کے معروف ماہر اور سینئر مشیر نصیر میمن پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی ایس ڈی پی آئی میں لیکچر دے رہے ہیں

انہوں نے ملک میں پانی کی پیداوری صلاحیت بڑھانے، جدید پانی بچانے والی ٹیکنالوجی اپنانے، 40 ہزار کچی نہروں اور کھالوں کو پختہ کرنے، اور فصلوں کی ترجیحات پر نظر ثانی کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ چاول، گندم، گنا اور کپاس ملک کے 80 فیصد سے زیادہ آبی وسائل استعمال کرتے ہیں جبکہ GDP میں ان کا حصہ صرف 5 فیصد ہے۔ انہوں نے انڈس ریور سسٹم اتھارٹی (ارسا) اور واپڈا کو مکمل خودمختار اور پیشہ ورانہ آبی انتظامی ادارے بنانے، 1991 کے معاہدے پر سختی سے عمل، پانی کی تقسیم میں شفافیت کے لیے ٹیلی میٹری نظام کے موثر استعمال اور مشترکہ مفادات کونسل کو مضبوط کرنے کی بھی ضرورت پر زور دیا۔

> مضبوط سیاسی قیادت اور پختہ محکمہ جاتی عزم کے بغیر اصلاحات دیرپا نہیں ہو سکتیں

پائیدار معاشی ترقی کیلئے پختہ سیاسی عزم ضروری ہے

ماہرین، پالیسی سازوں اور اعلیٰ سرکاری حکام نے کہا ہے کہ سندھ میں پائیدار معاشی ترقی کیلئے پختہ سیاسی عزم اور مضبوط ادارہ جاتی اصلاحات ناگزیر ہیں۔ انہوں نے زور دیا کہ واضح اختیارات، متعین ذمہ داریاں، شفاف مالیاتی نظم و نسق اور مربوط ڈیٹا نظام کے بغیر اصلاحات دیرپا اور موثر ثابت نہیں ہوں گی۔ انہوں نے یہ باتیں 13 فروری 2026 کو پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) کے مشاورتی اجلاس میں کہیں۔ اجلاس میں سٹیٹ بنک، ایف بی آر اور سندھ ریونیو بورڈ کے نمائندگان نے اس بات پر اتفاق کیا کہ سیاسی قیادت اور محکمہ جاتی عزم کے بغیر اصلاحات مستقل نہیں رہ سکتیں۔

سندھ ریونیو بورڈ کے سیکریٹری جنرل نوید راجپوت نے کہا کہ محکموں کے درمیان کمزور رابطہ کاری اور عملی خاکے کی غیر موجودگی کی وجہ سے پالیسی کے نتائج محدود رہ جاتے ہیں۔ ایڈیشنل آڈیٹر جنرل کامران مغل نے کہا کہ بیرونی مالی اعانت سے چلنے والے منصوبے اکثر قلیل مدتی یا کاغذی کارروائی تک محدود رہ جاتے ہیں۔

کیونکہ محکموں کی حقیقی ذمہ داری اور ملکیت کمزور ہے۔انہوں نے اختیارات کی تقسیم، اندرونی احتساب اور مضبوط محکمہ جاتی قیادت کی ضرورت پر زور دیا۔ایس ڈی پی آئی کے محقق ڈاکٹر عرفان چٹھہ نے کہا کہ اعداد و شمار کے نظم ونسق میں بنیادی کمزوریاں اور محکموں میں غیر یکساں آن لائن ادائیگی کے نظام اصلاحات کو متاثر کر رہے ہیں اور بجٹ سازی و پالیسی جائزے کیلئے مشترکہ معلوماتی پورٹل اور شفاف نگرانی ناگزیر ہے۔سابق وفاقی سیکریٹری غفران میمن نے بھی مالیاتی نظم ونسق کو زیادہ مربوط اور نتیجہ خیز بنانے کی ضرورت پر زور دیا۔

پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) کے مشاورتی اجلاس میں سٹیٹ
بنک، ایف بی آر اور سندھ ریونیو بورڈ کے شرکاء کا گروپ فوٹو

پاکستان میں فائیو جی اور مستقبل کی ضروریات

فائیو جی بیس اسٹیشنز توانائی کی زیادہ کھپت کرتے ہیں اور بھاری ٹیکس صارفین کی رسائی میں رکاوٹ ہیں

پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) کے پبلک پرائیویٹ مکالمے میں ماہرین اور پالیسی سازوں نے کہا ہے کہ پاکستان میں فائیو جی ٹیکنالوجی کا کامیاب آغاز بھاری ٹیکسوں میں کمی، سستے موبائل فونز، صنعتی حکمتِ عملی اور جامع پالیسی و ادارہ جاتی اصلاحات کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر ہینڈ سیٹس مہنگے رہیں، اسپیکٹرم محدود ہو، توانائی کی لاگت زیادہ ہو اور صنعتی استعمال کے منصوبے واضح نہ ہوں تو فائیو جی محض فور جی کی تیز تر شکل بن کر رہ جائے گی۔ بریگیڈیئر (ر) محمد یاسین نے بتایا کہ تقریباً 600 میگا ہرٹز سپیکٹرم کی آئندہ نیلامی پاکستان کی تاریخ کی سب سے بڑی نیلامی ہوگی تاہم انہوں نے کہا کہ فائیو جی بیس اسٹیشنز توانائی کی زیادہ کھپت کرتے ہیں اور بھاری ٹیکس صارفین کی رسائی میں رکاوٹ ہیں۔ڈاکٹر محمد مکرم خان (PTA) نے کہا کہ موبائل فونز پر ٹیکس کم کرانے کیلئے اقدامات جاری ہیں تاکہ عوام اور سرمایہ کاروں کے مفادات میں توازن قائم کیا جا سکے۔ڈاکٹر زینب نعیم نے واضح کیا کہ فائیو جی خود معاشی تبدیلی نہیں لاتی بلکہ سرمایہ کار اعتماد، تربیت یافتہ افرادی قوت اور حقیقی معاشی شعبوں سے طلب کے بغیر موثر نہیں ہوسکتی۔

بین الاقوامی ماہر پرویز افتخار اور اسلم حیات نے کہا کہ فائیو جی صنعت، بندرگاہوں، صحت، توانائی، لاجسٹکس اور اسمارٹ سٹیز میں انقلاب لاسکتی ہے، مگر ابتدا میں فور جی انفراسٹرکچر سے فائدہ اٹھانا ہوگا اور فائیو جی فوری طور پر ہر جگہ دستیاب نہیں ہوگی۔ جاز پاکستان کی فاطمہ اختر اور یونیورسل سروس فنڈ کی حنان طارق نے موبائل فونز کی قیمت، اسپیکٹرم اور روزگار کے مواقع پر زور دیا، جبکہ ایس ڈی پی آئی کے ڈاکٹر ساجد امین جاوید نے

کہا کہ نجی شعبے کی قیادت صحت اور تعلیم میں فائیو جی کے ذریعے ڈیجیٹل تبدیلی کے لئے اہم ہوگی۔ مقررین نے قرار دیا کہ پاکستان میں فائیو جی کی کامیابی ٹیکس اصلاحات، صنعتی حکمتِ عملی، سرمایہ کاری، سستے آلات اور جامع پالیسی و ادارہ جاتی اصلاحات پر منحصر ہے۔

فائیو جی ٹیکنالوجی کے حوالے سے ایس ڈی پی آئی کے مشاورتی اجلاس کے شرکاء بریگیڈیئر (ر) محمد یاسین، پی ٹی اے کے ڈاکٹر محمد مکرم خان اور دیگر کے ہمراہ گروپ فوٹو

خواتین اور بچیوں کے خلاف ٹیکنالوجی کے ناجائز استعمال کے مسئلے سے نمٹنے کیلئے ون سٹاپ کرائسس سینٹرز کا قیام ناگزیر ہے

خواتین اور بچیوں کیخلاف ٹیکنالوجی کے ذریعے تشدد میں اضافہ تشویشناک

پاکستان میں خواتین اور بچیوں کے خلاف ٹیکنالوجی کے ذریعے تشدد میں خطرناک اضافہ قابل تشویش ہے۔ اس مسئلے سے نمٹنے کیلئے فوری اصلاحات اور ون سٹاپ کرائسس سینٹرز کا قیام ناگزیر ہے۔ یہ مطالبہ پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) کے زیرِ اہتمام اعلیٰ سطح کے سیمینار میں کیا گیا۔ سیمینار میں انکشاف کیا گیا کہ 2025 میں سائبر کرائم کی شکایات ایک لاکھ اکہتر ہزار تک پہنچ گئی تھیں مگر سزا کی شرح محض 3.7 فیصد رہی۔ مقررین نے کہا کہ آن لائن ہراسانی، ڈیپ فیک فحش مواد اور غلط معلومات صرف ڈیجیٹل دنیا تک محدود نہیں بلکہ خواتین کی ذاتی، سماجی اور پیشہ ورانہ زندگی کو شدید نقصان پہنچا رہی ہیں۔ ڈاکٹر رضیہ صفدر (ایس ڈی پی آئی) نے کہا کہ آن لائن تحفظ کی کمی تشدد کے نئے محاذ کو جنم دے رہی ہے۔ عالمی اعداد و شمار کے مطابق دنیا بھر میں 67 فیصد خواتین آن لائن غلط معلومات سے متاثر ہوتی ہیں جبکہ 66 فیصد کو سائبر ہراسانی کا سامنا ہے۔ فہمیدہ خان نے بتایا کہ غیر رضامندانہ ڈیپ فیک فحش مواد کا 99 فیصد نشانہ خواتین بنتی ہیں مگر سماجی بدنامی اور پالیسی کی کمی کی وجہ سے اکثر خواتین خاموش رہتی ہیں۔

ڈاکٹر سید کلیم امام نے کہا کہ ملک کے بیشتر حصوں میں صنفی حساسیت کے ساتھ تفتیش کرنے والے خصوصی یونٹس موجود نہیں، اور سائبر کرائم کا سراغ لگانا ممکن ہے بشرطیکہ مناسب وسائل فراہم ہوں۔ محمد اکرم مغل (نیشنل سائبر کرائم انویسٹی گیشن) نے بتایا کہ پاکستان میں ایک افسر چار سو سے زیادہ مقدمات سنبھال رہا ہے جبکہ بین الاقوامی معیار کے مطابق ایک افسر کو دس مقدمات دیکھنے چاہئیں۔ نغمہ ہاشمی (سابق سفیر) نے کہا کہ آن لائن ہراسانی کی وجہ سے تقریباً 15 فیصد پیشہ ور خواتین ملازمت چھوڑنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ عثمان ظفر (یو این ڈی پی) نے بتایا کہ خواتین کو خاموش کرنے کے لئے صنفی پروپیگنڈا اور نجی مواد کو نقصان پہنچانے والے حملے بڑھ رہے ہیں، جو صحافیوں اور سماجی کارکنوں پر بھی اثر انداز ہو

رہے ہیں۔ سیمینار کے آخر میں پیش کردہ سفارشات میں کہا گیا کہ خواتین کے خلاف ٹیکنالوجی کے استعمال کے لیے جامع قانونی فریم ورک بنایا جائے اور تھائی لینڈ کے ماڈل پر ون سٹاپ کرائسس سینٹرز قائم کیے جائیں۔ سفارشات میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ قومی نصاب میں ڈیجیٹل شہریت اور پرائیویسی کے اصول شامل کئے جائیں نیز ٹیکنالوجی کمپنیوں کو انسانی حقوق کے معیار پر سختی سے عمل درآمد کرنا ہوگا۔

غربت وسائل کی منصفانہ تقسیم سے ختم ہوگی، ڈاکٹر عابد سلہری

پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی کے سربراہ ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے کہا ہے کہ پاکستان میں بڑھتی ہوئی غربت کے حل کے لیے ترقیاتی حکمتِ عملی میں معاشی نمو، روزگار کے مواقع، قیمتوں میں استحکام اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کو ترجیح دینا ہوگی۔ 25 فروری 2026 کو انہوں نے وفاقی ادارہ شماریات کی تازہ غربت رپورٹ اور ہاؤس ہولڈ انٹیگریٹڈ اکنامک سروے (HIES) کے جائزہ اجلاس میں بتایا کہ 2024-25 میں غربت کی شرح 28.9 فیصد تک پہنچ گئی ہے یعنی تقریباً ہر تین میں سے ایک پاکستانی خطِ غربت سے نیچے زندگی گزار رہا ہے۔ دیہی علاقوں میں غربت 36.2 فیصد جبکہ شہری علاقوں میں 17.4 فیصد ہے، اور بلوچستان سب سے زیادہ متاثر ہے۔ ڈاکٹر سلہری نے کہا کہ آمدن کاغذوں میں تو بڑھ گئی مگر مہنگائی نے اس فائدے کو ختم کر دیا ہے اور خوراک و رہائش پر گھریلو آمدن کا 60 فیصد سے زیادہ خرچ ہو جاتا ہے۔ کورونا وبا، سیلاب، روپے کی قدر میں کمی، سبسڈی میں کمی اور بجلی و گیس کی قیمتوں میں اضافے نے غربت بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے موسمیاتی آفات، کمزور معاشی نظام، کمزور روزگار کے مواقع اور توانائی کے مسائل کو بھی غربت بڑھانے کی وجوہات قرار دیا۔

صوبوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مالیاتی کمیشن بنائیں اور مقامی سطح پر غربت کم کرنے کے منصوبے بنائیں۔ ڈاکٹر سلہری نے زور دیا کہ غیر ضروری اخراجات پر قابو پانا اور عوام کے ٹیکس کے پیسے عوام کی بہتری پر خرچ کرنا غربت کم کرنے کا پائیدار راستہ ہے، اور صرف نقد امداد دینے سے امیر اور غریب کا فرق ختم نہیں کیا جاسکتا۔

> غیر ضروری اخراجات پر قابو پانا اور ٹیکس کے پیسے عوام کی بہتری پر خرچ کرنا غربت کم کرنے کا پائیدار راستہ ہے

موسمیاتی ایجنڈے میں ویسٹ سیکٹر کو کلیدی حیثیت دینے کی ضرورت

ماحولیات، پالیسی سازوں اور ترقیاتی ماہرین نے اس بات پر زور دیا ہے کہ پاکستان کے ویسٹ (کچرا) سیکٹر کو موسمیاتی پالیسی کا ایک مضبوط ستون بنایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس شعبے کو درست سمت دی جائے تو یہ نہ صرف ماحولیاتی آلودگی کم کرسکتا ہے بلکہ معیشت اور عوامی صحت پر بھی مثبت اثر ڈال سکتا ہے۔ پاکستان میں این ڈی سیز کے لئے ویسٹ سیکٹر کے اخراج اور نچلی سطح کی پالیسی تجاویز کے موضوع پر اس ویبینار کا انعقاد پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (SDPI) نے کیا۔ ماہرین نے کہا کہ پاکستان میں کچرے کا شعبہ ''موسمیاتی تبدیلی، شہری نظم ونسق اور پائیدار ترقی'' تینوں کے درمیان ایک اہم کڑی ہے مگر اس پر توجہ کم دی جاتی ہے حالانکہ یہ شعبہ گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج میں نمایاں حصہ رکھتا

ہے۔اعداد و شمار کے مطابق ملک میں ہر سال تقریباً 4 کروڑ 50 لاکھ ٹن کچرا پیدا ہوتا ہے اور یہ شرح تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ بڑے شہروں میں ایک فرد روزانہ ایک کلو سے زیادہ کچرا پیدا کر رہا ہے۔ ماہرین نے خبردار کیا کہ اس صورتحال کے باعث میتھین گیس پیدا ہوتی ہے جو کاربن ڈائی آکسائیڈ کے مقابلے میں کہیں زیادہ خطرناک ہے اور تیزی سے درجہ حرارت بڑھاتی ہے۔انہوں نے تجویز دی کہ کچرے کے نظام کو جدید بنایا جائے۔ ہر ضلع اور شہر کی سطح پر درست ڈیٹا جمع کیا جائے۔

ایک مرکزی ڈیجیٹل نظام بنایا جائے تاکہ اخراج کا درست اندازہ لگایا جا سکے اور عالمی مالی معاونت بھی حاصل ہو سکے۔ ویبینار میں یہ بھی کہا گیا کہ پاکستان سمیت ترقی پذیر ممالک میں کچرے کے شعبے میں غیر رسمی مزدوروں کا کردار بہت اہم ہے مگر انہیں کوئی قانونی یا سماجی تحفظ حاصل نہیں۔ ماہرین نے مطالبہ کیا کہ ان مزدوروں کو باقاعدہ نظام کا حصہ بنایا جائے تاکہ ان کی محنت کو تسلیم کیا جا سکے اور ان کے حالات بہتر ہوں۔ ماہرین نے ”جسٹ ٹرانزیشن“ یعنی منصفانہ تبدیلی کے اصول کو اپنانے پر بھی زور دیا۔ شرکاء نے اس بات پر بھی زور دیا کہ کچرے کو کم کرنے، دوبارہ استعمال کرنے اور ری سائیکل کرنے کی حکمت عملی اپنائی جائے۔ اس سے صاف ماحول، بہتر صحت کے علاوہ نئی ملازمتوں اور توانائی کے نئے ذرائع بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ ماہرین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اگر مقامی حکومتیں اور وفاقی ادارے مل کر کام کریں، ڈیٹا کا مؤثر نظام قائم کریں اور کچرے کے شعبے کو قومی موسمیاتی اہداف کے ساتھ جوڑیں تو پاکستان اس چیلنج کو ایک بڑے موقع میں بدل سکتا ہے۔

کچرے کے شعبے میں غیر رسمی مزدوروں کا کردار بہت اہم ہے مگر انہیں کوئی قانونی یا سماجی تحفظ حاصل نہیں

موسمیاتی موافقت کو مقامی حکمرانی سے جوڑا جائے، ماہرین

ماہرین نے اس امر پر زور دیا ہے کہ پاکستان میں موسمیاتی تبدیلی کے بڑھتے خطرات سے موثر انداز میں نمٹنے کیلئے نیشنل ایڈاپٹیشن پلان کے تحت ضلعی و مقامی سطح پر کمیونٹی کی شمولیت کو مرکزی حیثیت دی جائے تاکہ سیلاب، شدید گرمی، خشک سالی اور گلیشیئر پگھلنے سے متاثرہ طبقات کی زندگی میں عملی بہتری لائی جا سکے۔ 05 مارچ 2026 کو پاکستان میں مقامی قیادت پر مبنی موسمیاتی موافقت کو مضبوط بنانا کے موضوع پر منعقدہ ویبینار میں مقررین نے اس بات پر زور دیا کہ موسمیاتی موافقت کو محض پالیسی مباحث تک محدود رکھنے کے بجائے اسے مقامی طرزِ حکمرانی، ترقیاتی منصوبہ بندی اور موسمیاتی مالی وسائل تک رسائی سے جوڑنا ضروری ہے۔ سیکریٹری وزارتِ موسمیاتی تبدیلی عائشہ ہمایوں چوہدری نے کہا کہ موافقت کا اصل مقصد عوام، خصوصاً کسانوں، بچوں اور کمزور طبقات کی زندگی میں حقیقی بہتری لانا ہے تاہم مقامی حکومتوں کی کمزوری ایک بڑا چیلنج ہے۔ ڈاکٹر سعد خان نے اس امر پر افسوس ظاہر کیا کہ نیشنل ایڈاپٹیشن پلان سے آگاہی محدود ہے۔ انہوں نے اسے قومی ترجیح بنانے کی ضرورت پر زور دیا۔ ایس ڈی پی آئی کی زینب نعیم نے کہا کہ موسمیاتی موافقت کو مقامی تجربات کے تناظر میں سمجھنا ہوگا جبکہ وزارت کی حمیرا جہاں زیب کے مطابق 2023 میں منظور شدہ NAP میں چھ اہم شعبوں کیلئے 117 اقدامات شامل ہیں یو این ڈی پی کے شیراز علی شاہ نے 2022 کے سیلاب کے بعد بحالی پروگرام کا ذکر کرتے ہوئے مقامی سطح سے موافقت کے آغاز کی اہمیت اجاگر کی۔ صوبائی نمائندوں نے بھی موسمیاتی بجٹ، ماحولیاتی

موسمیاتی تبدیلی کے بڑھتے ہوئے خطرات سے موثر انداز میں نمٹنے کیلئے نیشنل ایڈاپٹیشن پلان میں ضلعی ومقامی سطح پر کمیونٹی شمولیت کومرکزی حیثیت دی جائے

منصوبوں اور کمیونٹی پر مبنی اقدامات کی پیش رفت سے آگاہ کیا۔ماہرین کے مطابق موثر موسمیاتی حکمتِ عملی کے لئے ضروری ہے کہ پالیسی اور زمینی حقائق کے درمیان فاصلے کو کم کرتے ہوئے مقامی سطح پر بااختیار اور مربوط نظام تشکیل دیا جائے۔

آئندہ بجٹ میں بچوں کی تعلیم،صحت اور تحفظ کو ترجیح دینے کا مطالبہ

قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے خزانہ کے چیئرمین سید نوید قمر نے ارکانِ پارلیمنٹ پر زور دیا ہے کہ وہ بجٹ کے عمل کے دوران سماجی شعبوں خصوصاً بچوں سے متعلق اخراجات کے تحفظ کیلئے فعال کردار ادا کریں۔انہوں نے کہا کہ مالی دباو کے باوجود بچوں کی فلاح کیلئے مختص رقوم برقرار رہنی چاہئیں۔ پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی کے زیر اہتمام پری بجٹ گول میز اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ پارلیمنٹ کو آئندہ بجٹ میں بچوں کیلئے سماجی شعبوں کی ترجیح کے حوالے سے قومی سطح پر بحث کی قیادت کرنی چاہئے۔ بحث میں حصہ لیتے ہوئے ماہرین، ارکانِ پارلیمنٹ اور پالیسی سازوں نے حکومت پر زور دیا کہ آئندہ بجٹ 2026-27 میں بچوں کی تعلیم،صحت، غذائیت اور تحفظ کے شعبوں کو اولین ترجیح دی جائے۔انہوں نے کہا کہ بچوں کی فلاح کے پروگراموں کے موثر نفاذ اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کے لئے صوبائی مالیاتی کمیشن کو فعال بنانا ضروری ہے۔اجلاس کا انعقاد یونیسیف ،ایس ڈی جیز سیکرٹریٹ، پارلیمانی کاکس برائے حقوقِ اطفال اور ایس ڈی پی آئی نے مشترکہ طور پر کیا۔رکن قومی اسمبلی شائستہ پرویز ملک نے کہا کہ بجٹ فیصلے ملک کے نصف سے زیادہ بچوں کے مستقبل کا تعین کرتے ہیں اس لئے سماجی شعبوں میں سرمایہ کاری ناگزیر ہے۔ڈاکٹر نکہت شکیل نے سکول سے باہر بچوں کی بڑھتی تعداد پر تشویش ظاہر کرتے ہوئے شواہد پر مبنی پالیسی

پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی کے زیر اہتمام پری بجٹ گول میز اجلاس سے نوید قمر، شائستہ پرویز ملک، ڈاکٹر نکہت شکیل، ڈاکٹر عابد قیوم سلہری اور یونیسیف کی نمائندہ پرنیلے آرن سائیڈ کا شرکاء کے ہمراہ گروپ فوٹو

سازی پر زور دیا۔ ایس ڈی پی آئی کے سربراہ ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے کہا کہ قرضوں، دفاع اور پنشن کے اخراجات کے باعث بجٹ پر دباؤ ہے جبکہ صحت و تعلیم پر مجموعی اخراجات 6 فیصد سے بھی کم ہیں، اس لئے صوبوں کو زیادہ فعال کردار ادا کرنا ہوگا۔ یونیسیف کی نمائندہ پرنیلے آئرن سائیڈ نے وسائل کی منصفانہ تقسیم کو انسانی ترقی کے لئے ضروری قرار دیا۔ اجلاس میں اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ مالی دباؤ کے باوجود بچوں کی فلاح کیلئے مختص فنڈز کا تحفظ اور موثر استعمال یقینی بنانا وقت کی اہم ضرورت ہے تاکہ پائیدار ترقی اور قومی استحکام کی بنیاد مضبوط کی جا سکے۔ ارکانِ اسمبلی نے مطالبہ کیا کہ دیہی علاقوں میں ویکسینیشن نظام کو بہتر بنایا جائے اور ماں اور بچے کی صحت کے لیے خصوصی فنڈز مختص کئے جائیں۔

اس کے ساتھ اساتذہ کی تربیت اور سکولوں کے بنیادی ڈھانچے کو بھی بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ مقررین نے لاوارث بچوں کے مسئلے کو بھی اہم قرار دیا اور ان کی کفالت اور گود لینے کے لیے واضح قانونی فریم ورک بنانے پر زور دیا۔ ماہرین نے خبردار کیا کہ غذائی کمی، ماحولیاتی آلودگی اور فرسودہ نصاب بچوں کی ترقی میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ اس لیے غذائیت، صحت سے متعلق آگاہی اور والدین کی شمولیت کو بڑھانا ضروری ہے۔ شرکاء نے اس بات پر اتفاق کیا کہ مالی مشکلات کے باوجود بچوں کی فلاح کیلئے مختص فنڈز میں کمی نہیں ہونی چاہئے۔ پارلیمنٹ کو چاہئے کہ وہ بجٹ سازی کے عمل میں بچوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے مؤثر کردار ادا کرے۔

دالوں کی پیداوار میں کمی، معیشت پر اربوں ڈالر کا بوجھ

ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ پاکستان میں دالوں کی پیداوار میں نمایاں کمی معیشت اور غذائی تحفظ دونوں کیلئے خطرہ بنتی جا رہی ہے۔ ملک کو ہر سال تقریباً ایک ارب ڈالر کی دالیں درآمد کرنا پڑ رہی ہیں، جس سے زرمبادلہ پر دباؤ بڑھ رہا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ملک میں دالوں کی پیداوار میں 37 فیصد کمی آ چکی ہے۔ اس کے نتیجے میں پروٹین کی کمی کا مسئلہ شدت اختیار کر رہا ہے۔ اندازوں کے مطابق تقریباً 40 فیصد گھرانے پروٹین کی کمی کا شکار ہیں، جبکہ 24 فیصد سے زیادہ آبادی غذائی عدم تحفظ کا سامنا کر رہی ہے۔ یہ باتیں یہاں ایک سیمینار میں کہی

گئیں۔ سیمینار میں دالوں کی ویلیو چین کو مضبوط بنانے اور زرعی اصلاحات کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ ماہرین نے کہا کہ اگر فوری اقدامات نہ کئے گئے تو غذائی بحران مزید سنگین ہو سکتا ہے۔

مقررین نے کہا کہ دالیں کم آمدنی والے افراد کے لئے سستا اور اہم غذائی ذریعہ ہیں مگر بڑھتی مہنگائی کے باعث متوازن غذا عام آدمی کی پہنچ سے

حکومت، تحقیقی ادارے اور نجی شعبہ مل کر دالوں کی پیداوار بڑھانے کے لئے جامع حکمت عملی بنائے

دور ہوتی جا رہی ہے۔ ایک فرد کی بنیادی خوراک کی اوسط لاگت تقریباً 3.9 ڈالر روزانہ بتائی گئی ہے۔ سیمینار میں زرعی ماہرین نے بتایا کہ پاکستان کا کل زیرِ کاشت رقبہ 2 کروڑ 25 لاکھ ہیکٹر سے زیادہ ہے مگر دالوں کی کاشت صرف 5 فیصد رقبے تک محدود ہے۔ مزید یہ کہ فی ہیکٹر پیداوار بھی کم ہے، جو دیگر ممالک کے مقابلے میں بہت پیچھے ہے۔ انہوں نے کہا کہ بہتر بیج، جدید کاشتکاری، اور تحقیق کے نتائج کو کسانوں تک پہنچانے سے پیداوار میں نمایاں اضافہ ممکن ہے۔ اس کے ساتھ مارکیٹ نظام اور ویلیو چین کو بھی مضبوط بنانا ہوگا۔ ماہرین نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ تحقیق اور پالیسی سازی کے درمیان رابطہ کمزور ہے۔ اس خلا کو پر کیے بغیر زرعی ترقی ممکن نہیں۔ سیمینار میں بتایا گیا کہ مختلف علاقوں میں کسانوں کے ساتھ مل کر جدید طریقوں پر کام کیا جا رہا ہے، جبکہ خواتین اور نوجوانوں کو بھی اس عمل میں شامل کیا جا رہا ہے تاکہ انہیں معاشی مواقع مل سکیں۔ ماہرین نے زور دیا کہ حکومت، تحقیقی ادارے اور نجی شعبہ مل کر دالوں کی پیداوار بڑھانے کے لیے جامع حکمت عملی اپنائیں۔ اس سے نہ صرف غذائی تحفظ بہتر ہوگا بلکہ درآمدی بوجھ میں بھی کمی آئے گی۔

مضبوط ویلیو چین سے دالوں کی درآمد میں کمی اور غذائی تحفظ میں بہتری ممکن

وفاقی وزیر برائے قومی غذائی تحفظ و تحقیق رانا تنویر حسین نے کہا ہے کہ دالوں کی مضبوط ویلیو چین قائم کر کے پاکستان میں غذائی تحفظ بہتر بنایا جا سکتا ہے اور درآمدات میں نمایاں کمی لائی جا سکتی ہے۔ انہوں نے ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں دالوں کی سالانہ پیداوار 7 سے 8 لاکھ ٹن ہے، جبکہ ضرورت تقریباً 16 لاکھ ٹن ہے۔ اس بڑے فرق کی وجہ سے ہر سال بھاری مقدار میں دالیں درآمد کرنا پڑتی ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر اس شعبے میں 30 فیصد بہتری لائی جائے تو درآمدی بوجھ کم ہو سکتا ہے۔ وفاقی وزیر نے کہا کہ دالیں سستے اور اہم پروٹین کا ذریعہ ہیں۔ ان کی پیداوار بڑھانے سے نہ صرف غذائی ضروریات پوری ہوں گی بلکہ کسانوں کی آمدن میں بھی اضافہ ہوگا۔ انہوں نے

زرعی تحقیق، معیاری بیج، اور فصل کے بعد ہونے والے نقصانات میں کمی کو ضروری قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ بہتر مارکیٹ معلومات، محفوظ ذخیرہ کرنے کی سہولیات اور قومی معیار کے تعین سے سرمایہ کاری بڑھے گی اور ویلیو چین مضبوط ہوگی۔ رانا تنویر حسین نے خبردار کیا کہ موسمیاتی تبدیلی زراعت کے لیے بڑا خطرہ بن چکی ہے۔ اس کے باعث گندم اور چاول جیسی فصلیں متاثر ہو رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عالمی حالات کے باعث مال برداری کے اخراجات میں بھی کئی گنا اضافہ ہوا ہے، جس سے زرعی لاگت بڑھ رہی ہے۔ انہوں نے یقین دہانی کرائی کہ آئندہ خریف سیزن کے لیے کھاد کی قیمتوں کو مستحکم رکھا جائے گا اور کسانوں کی ضروریات پوری کی جائیں گی۔

موسمیاتی تبدیلی زراعت کیلئے خطرہ بن چکی، گندم اور چاول کی فصلیں متاثر ہو رہی ہیں

اس موقع پر ماہرین نے کہا کہ دالوں کو طویل عرصے تک پالیسی میں نظر انداز کیا گیا، حالانکہ یہ غذائی تحفظ کے لیے نہایت اہم ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ناقص ذخیرہ اور دیکھ بھال کے باعث تقریباً 25 فیصد فصل ضائع ہو جاتی ہے۔ ماہرین نے اس بات پر زور دیا کہ بہتر بیج، جدید تحقیق اور مؤثر پالیسی اصلاحات کے ذریعے پیداوار میں اضافہ ممکن ہے۔ اس کے ساتھ کسانوں، نجی شعبے اور مارکیٹ کے درمیان مضبوط روابط قائم کرنا بھی ضروری ہے۔ سیمینار میں یہ بھی کہا گیا کہ دالیں نہ صرف سستی غذا ہیں بلکہ زمین کی زرخیزی بڑھانے میں بھی مدد دیتی ہیں۔ خواتین اور نوجوانوں کو اس شعبے میں شامل کر کے معاشی مواقع پیدا کیے جا سکتے ہیں۔ مقررین نے اتفاق کیا کہ اگر جامع حکمت عملی اپنائی جائے تو دالوں کی پیداوار میں اضافہ، درآمدات میں کمی اور قومی غذائی تحفظ کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔

پاکستان کے غذائی نظام میں کیلوریز موجود مگر غذائیت کم ہے

ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ پاکستان کا غذائی نظام ایک نازک صورتحال سے گزر رہا ہے۔ ملک میں خوراک کی مقدار تو موجود ہے لیکن اس میں غذائیت کی شدید کمی پائی جا رہی ہے۔ یہ بات ایس ڈی پی آئی کے ایک مشاورتی اجلاس میں کہی گئی جس میں ماہرین، پالیسی سازوں اور مختلف اداروں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ ماہرین کے مطابق پاکستان میں خوراک کا نظام غیر متوازن ہو چکا ہے۔ لوگوں کا زیادہ انحصار گندم پر ہے جس کی وجہ سے خوراک میں تنوع کم ہو گیا ہے۔ اسی وجہ سے وٹامنز اور پروٹین کی کمی عام ہوتی جا رہی ہے۔ مقررین نے کہا کہ ملک میں کیلوریز کی کمی نہیں، لیکن اصل مسئلہ غذائیت کی کمی ہے۔ یہ صورتحال خاص طور پر بچوں اور کمزور طبقات کی صحت پر منفی اثر ڈال رہی ہے۔ ایک ماہر کے مطابق مسئلہ یہ ہے کہ خوراک موجود ہے مگر مکمل غذا نہیں مل رہی۔ ماہرین نے مزید کہا کہ بڑھتی ہوئی آبادی، شہروں کا پھیلاؤ اور زرعی زمین میں کمی غذائی نظام پر دباؤ بڑھا رہے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ غیر متوازن خوراک اور پراسیسڈ فوڈ کا استعمال بھی تیزی سے بڑھ رہا ہے جو صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ اجلاس میں اس بات پر بھی تشویش ظاہر کی گئی کہ فصلوں کے بعد ہونے والے نقصانات اور کمزور ذخیرہ نظام کی وجہ سے خوراک کا بڑا حصہ ضائع ہو جاتا ہے جس سے قیمتیں بھی بڑھتی ہیں۔ ماہرین نے زور دیا کہ پاکستان کو اب صرف کیلوریز کی فراہمی سے آگے بڑھ کر غذائیت پر مبنی نظام اپنانا ہوگا۔ اس کے لیے فصلوں میں تنوع، جدید زرعی طریقے، بہتر ذخیرہ نظام، غذائیت سے متعلق قانون سازی اور مؤثر پالیسی اصلاحات ضروری ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر فوری اقدامات نہ کیے گئے تو غذائی عدم توازن مزید سنگین ہو سکتا ہے اور اس کے اثرات صحت اور معیشت دونوں پر پڑیں گے۔

> **پاکستان میں خوراک کا نظام غیر متوازن ہو چکا، گندم پر زیادہ انحصار کی وجہ سے خوراک میں وٹامنز اور پروٹین کی کمی عام ہو رہی ہے**

موسمیاتی پالیسیوں کے مؤثر نفاذ کیلئے وفاق وصوبوں میں ہم آہنگی ضروری: عالمی ماہر

برازیل کے معروف ماہرِ موسمیاتی تبدیلی ڈاکٹر جوزے اے پسم ڈی اولیویرا نے کہا ہے کہ پاکستان میں موسمیاتی پالیسیوں کے مؤثر نفاذ کیلئے وفاق اورصوبوں کے درمیان مضبوط ہم آہنگی ناگزیر ہے۔ان کے مطابق بکھری ہوئی حکمرانی کے باعث پالیسیوں کے نتائج کمزور پڑ جاتے ہیں۔یہ بات انہوں نے ایک تقریب سے خطاب میں کہی جو مشترکہ طور پر پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (SDPI) اورادارہ شہریات نے منعقد کی۔ ڈاکٹر اولیویرا یونیورسٹی آف مانچسٹر کے گلوبل ڈیولپمنٹ انسٹی ٹیوٹ سے وابستہ اور بین الحکومتی پینل برائے موسمیاتی تبدیلی

(IPCC) کی خصوصی رپورٹ کے مرکزی مصنف بھی ہیں۔انہوں نے کہا کہ پاکستان اور عالمی تحقیقی اداروں کے درمیان تعاون کے وسیع امکانات موجود ہیں، خاص طور پرشہری حکمرانی، کلائمیٹ فنانس، ویسٹ مینجمنٹ اور ماحولیاتی پالیسیوں کے نفاذ کے شعبوں میں۔ان کے مطابق پاکستانی ماہرین کو عالمی تحقیقاتی نیٹ ورکس میں زیادہ فعال کردار ادا کرنا چاہیے۔ڈاکٹر اولیویرا نے تجویز دی کہ ایس ڈی پی آئی کو آئی پی سی سی کے آئندہ جائزہ عمل میں بھرپور شرکت کرنی چاہیے تاکہ پاکستان کی تحقیق عالمی سطح پر نمایاں ہو سکے اوراقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سمیت اہم فورمز تک رسائی کے دروازے کھلیں۔انہوں نے بتایا کہ وہ COP30 کے دوران پاکستانی وفود سے ملاقاتوں کے بعد پاکستان میں تحقیقاتی تعاون میں مزید دلچسپی لے رہے ہیں۔

دیہات سے شہروں کی طرف ہجرت سے بنیادی ڈھانچے پر دباؤ بڑھ رہا ہے

انہوں نے کہا کہ 2030 کے قریب کئی ممالک پائیدار ترقی کے اہداف پر غیر یقینی صورتحال کا شکار ہیں، جبکہ پانی کے وسائل اور بڑھتی ہوئی آبادی ترقی پذیر ممالک کیلئے بڑے چیلنجز ہیں۔اس موقع پر ایس ڈی پی آئی کے سربراہ ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے کہا کہ ادارہ 1992 سے پالیسی تحقیق میں سرگرم ہے اور حکومت کو مختلف شعبوں میں تکنیکی معاونت فراہم کر رہا ہے۔

ڈاکٹر کاشف سالک نے کہا کہ شہری علاقوں میں موسمیاتی اثرات بڑھ رہے ہیں، جبکہ دیہی علاقوں سے شہروں کی طرف ہجرت بنیادی ڈھانچے پر دباؤ بڑھا رہی ہے۔ان کے مطابق ہجرت کو روکا نہیں جا سکتا، مگر اسے بہتر پالیسیوں کے ذریعے منظّم کیا جا سکتا ہے۔تقریب کے آغاز میں ڈاکٹر اعجاز احمد نے زور دیا کہ تحقیق کو عملی پالیسی میں ڈھالنے کیلئے عالمی تعلیمی تعاون کو مزید وسعت دی جائے۔

حقیقی تبدیلی کا انحصار مؤ بہتر طرز حکمرانی پر ہے،
صرف پالیسی سازی کافی نہیں: احسن اقبال

وفاقی وزیر برائے منصوبہ بندی، ترقی اور خصوصی اقدامات پروفیسر احسن اقبال نے کہا ہے کہ پاکستان میں حقیقی تبدیلی کا دارو مدار صرف پالیسی سازی پر نہیں بلکہ بہتر طرز حکمرانی اور مضبوط ادارہ جاتی عملدرآمد پر ہے۔انہوں نے کہا کہ جب تک فیصلوں پر عملدرآمد مؤثر نہیں ہوگا، اصلاحات ادھوری رہیں گی۔ان کے مطابق صوبائی دارالحکومت دور دراز علاقوں کے مسائل حل نہیں کر سکتے، اس لیے اختیارات کی نچلی سطح تک منتقلی ناگزیر ہے۔یہ بات انہوں نے پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) اور اقوام متحدہ کا ترقیاتی پروگرام (یو این ڈی پی) پاکستان کے زیر اہتمام پالیسی مکالمے سے خطاب میں کہی۔احسن اقبال نے کہا کہ پاکستان کو اس وقت شواہد پر مبنی اصلاحات، شفاف مالیاتی نظم ونسق اور خدمات کی مؤثر فراہمی کی اشد ضرورت ہے۔ ان کے مطابق اصل مسئلہ پالیسیوں کی کمی نہیں بلکہ عملدرآمد کی کمزوری ہے۔انہوں نے زور دیا کہ آئندہ اصلاحات کو حکومتی حکمت عملی کے ساتھ ہم آہنگ کرنا ہوگا۔روایتی طریقہ کار اب کارگر نہیں رہے، ہمیں جامع اور نتیجہ خیز اصلاحات کی طرف جانا ہوگا۔انہوں نے کہا کہ وفاق، صوبوں اور اضلاع میں ادارہ جاتی کارکردگی کو بہتر بنانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ان کے مطابق حکمرانی ہی وہ فرق پیدا کرتی ہے جو ترقی اور جمود کے درمیان لکیر کھینچتی ہے۔

یو این ڈی پی کے پاکستان میں نمائندے سموئیل رزق نے کہا کہ عالمی سطح پر ترقیاتی وسائل کم ہو رہے ہیں مگر حکمرانی کی اصلاحات کو وہ توجہ نہیں مل رہی جس کی وہ مستحق ہیں۔ان کے مطابق مضبوط ادارے بحرانوں سے نمٹنے کی بنیادی ضمانت ہیں۔انہوں نے مقامی سطح کی مضبوطی کو مؤثر حکمرانی کی بنیاد قرار دیا اور کہا کہ اصلاحات کو قومی بجٹ اور منصوبہ بندی کا حصہ بنایا جانا چاہئے۔اس موقع پر ایس ڈی پی آئی کے سربراہ ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے کہا کہ دنیا میں تیزی سے بدلتے جغرافیائی اور معاشی حالات حکمرانی کے نظام کو زیادہ متحرک اور مؤثر بنانے کے متقاضی ہیں۔ان کے مطابق صوبائی سطح کے تجربات کو قومی پالیسی میں ڈھالنا ضروری ہے۔یو این ڈی پی کی نائب نمائندہ وان نگوین نے کہا کہ ایس این جی ٹو پروگرام کا مقصد صوبائی سطح پر منصوبہ بندی، ہم آہنگی اور خدمات کی فراہمی کو بہتر بنانا ہے۔ برطانوی ادارے ایف سی ڈی او کے نمائندے میٹ کلینسی نے بتایا کہ پنجاب اور خیبر پختونخوا میں منصوبہ بندی، ڈیجیٹل نظام، آڈٹ اور پنشن اصلاحات سمیت اہم ادارہ جاتی بہتری لائی گئی ہے۔ایس ڈی پی آئی کے ڈاکٹر عرفان چٹھہ نے کہا کہ ڈیجیٹل حکمرانی کو مؤثر بنانے کے لیے ضلعی سطح پر تکنیکی افرادی قوت کی برقراری اور ادارہ جاتی ہم آہنگی ناگزیر ہے۔سلیمان غنی نے کہا کہ مستقبل کے ترقیاتی پروگراموں کو حکومتی اصلاحاتی حکمت عملی سے مکمل طور پر ہم آہنگ کرنا ہوگا تاکہ ان کی پائیداری یقینی بنائی جا سکے۔مکالمے کے اختتام پر اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ ایس این جی ٹو پروگرام کے تحت متعارف اصلاحات پاکستان میں نچلی سطح کی

رواں سال مون سون شدید خطرناک ہوسکتا ہے: ماہرین کا انتباہ

ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ رواں سال کا مون سون غیر معمولی شدت اختیار کر سکتا ہے، جس کے نتیجے میں بیک وقت سیلاب، گلیشیائی جھیلوں کے پھٹنے، پانی کی قلت اور شہری نکاسی آب کے سنگین مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہ انتباہ پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (SDPI) میں منعقدہ سیمینار میں سامنے آیا، سیمینار میں ماہرین نے صورتحال کو خطرناک اور غیر متوقع قرار دیا۔ سیمینار کا مقصد 2026 کے مون سون موسم کی ممکنہ شدت، بارشوں کے انداز اور خطرات کا سائنسی جائزہ لینا اور اس کی روشنی میں قبل از وقت حفاظتی، انتظامی اور پالیسی اقدامات کرنا تھا تاکہ سیلاب، جانی نقصان اور معاشی تباہی کو کم کیا جا سکے۔ استقبالیہ کلمات میں ایس ڈی پی آئی کے ڈاکٹر شفقت منیر احمد نے کہا کہ گزشتہ برس کی طرح اس سال بھی شدید مون سون کے خطرات موجود ہیں، اس لئے پیشگی حفاظتی اقدامات ناگزیر ہیں۔ پانی کے نظم ونسق کے ماہر نصیر میمن نے کہا کہ ملک کو بیک وقت پانی کی شدید قلت اور تباہ کن سیلابوں کا سامنا ہے۔ جنگلات کی کٹائی، آبی گزرگاہوں پر تجاوزات اور غیر منصوبہ بند شہری توسیع خطرات کو بڑھا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب ہر درخت کو لکڑی اور ہر زمین کو پلاٹ سمجھ لیا جائے تو بارش آفت بن جاتی ہے۔ محکمہ موسمیات کے چیف میٹرولوجسٹ ڈاکٹر ظہیر احمد بابر نے خبردار کیا کہ خطے میں دریاؤں کی بھرائی اور شدید بارشوں کی صورت میں صورتحال خطرناک رخ اختیار کر سکتی ہے۔ نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی کے رکن آپریشنز بریگیڈیئر کامران نے کہا کہ مون سون میں زیادہ تر اموات اچانک سیلاب، عمارتوں کے گرنے اور کرنٹ لگنے سے ہوتی ہیں، جنہیں بہتر منصوبہ بندی سے 80 فیصد تک کم کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے چھوٹے ڈیمز کی تعمیر کو ناگزیر قرار دیا۔ این ڈی ایم اے حکام کے مطابق نیشنل ڈیزاسٹر کنٹینجنسی پلان 2026 میں خواتین اور بچوں کے تحفظ کیلئے خصوصی اقدامات شامل کیے جا رہے ہیں جبکہ سیلابی پانی کے ذخیرے کیلئے چھوٹے ڈیمز پر بھی غور جاری ہے۔ گلیشیئر ماہر ڈاکٹر فرخ بشیر نے کہا کہ گلگت بلتستان میں بڑھتا درجہ حرارت گلیشیئرز کے تیزی سے پگھلنے کا باعث بن رہا ہے، جو خطرناک صورتحال ہے۔ ڈاکٹر طیب نے خبردار کیا کہ رواں سال گلیشیائی جھیلوں کے پھٹنے (GLOFs) کے واقعات بڑھ سکتے ہیں، جبکہ ہمالیہ اور تبت کے خطے میں بڑھتا درجہ حرارت مون سون کے نظام کو بھی متاثر کر رہا ہے۔

این ڈی ایم اے کے رضا اقبال نے بتایا کہ 2025 کے سیلاب میں ادارے نے حکومت کی مؤثر معاونت کی، جبکہ نجی شعبے کو بھی آفات سے نمٹنے کے عمل میں شامل کیا جا رہا ہے۔ ماہرین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ 2026 کے مون سون سے پہلے سائنسی بنیادوں پر تیاری، قومی سطح پر مربوط حکمت عملی اور مضبوط آبی انتظام ہی ممکنہ جانی و مالی نقصان کو کم کر سکتے ہیں۔

خطے میں شدید بارشیں ہوئیں تو صورتحال خطرناک ہوسکتی ہے

گلیشیئر پگھلنے کے واقعات بڑھ سکتے ہیں

''......مت سمجھو ہم نے بھلا دیا''

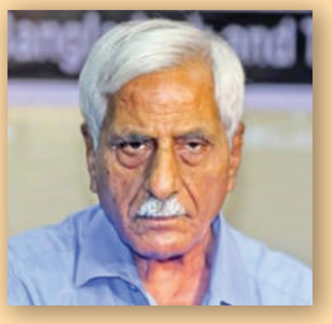

شفقت کاکاخیل: احمد سلیم ایک ایسے انسان تھے جن کی خاموشی میں بھی فکر بولتی تھی جب وہ بولتے تھے تو جملے ان کی سوچ کی تہہ سے نکلتے تھے۔ ان کی موجودگی معنی پیدا کرتی تھی۔ احمد سلیم انسانوں کو فیصلوں سے نہیں بلکہ ان کے رویّوں سے پرکھتے تھے۔ وہ مکالمے کو فہم کا راستہ سمجھتے تھے۔ احمد سلیم تعلقات میں سادہ مگر فکر میں بہت گہرائی رکھنے والے انسان تھے۔

ڈاکٹر عابد قیوم سلہری: احمد سلیم اُن نابغہ روزگار اہلِ قلم میں شمار ہوتے تھے جنہوں نے ادب، تحقیق، صحافت اور تاریخ کے میدان میں نصف صدی سے زیادہ عرصہ اپنی فکری و تخلیقی خدمات انجام دیں۔ احمد سلیم کی شخصیت علم، شعور اور انسان دوستی کا استعارہ تھی۔ جبر، ظلم اور ناانصافی کے خلاف ان کی آواز ہمیشہ بلند رہی۔ شاعری، تحقیق، تنقید، تاریخ اور سیاسیات سمیت ادب کی تقریباً ہر صنف میں انہوں نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ڈیڑھ سو سے زیادہ کتب کی تخلیق و تدوین اُن کے غیر معمولی علمی سفر کا ثبوت ہے۔ پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی سے اپنی بیس سال سے زیادہ عرصہ وابستگی کے دوران انہوں نے علمی و تحقیقی کاموں کے ذریعے نئی نسل کے لئے شعور و آگہی کے بے شمار دریچے کھولے۔ احمد سلیم صرف ایک ادیب یا محقق نہیں بلکہ وہ ایک عہد، ایک دبستان اور ایک روشن فکری روایت تھے۔

بریگیڈئر محمد یاسین (ریٹائرڈ) 1997 سے شروع ہونے والی اپنی پچیس برس طویل رفاقت کے دوران میں نے احمد سلیم کو ایک اصول پسند، دیانت دار، محنتی اور صاحبِ فکر دانشور کے طور پر پایا۔ مطالعہ، تحریر اور غور و فکر ان کی زندگی کا حاصل تھے۔ سماجیات، سیاست، فلسفے اور لوک ورثے پر ان کی ڈیڑھ سو سے زیادہ کتابیں ان کے بڑے علمی قد کا ثبوت ہیں۔ ادب، تحقیق اور دانش کے میدان میں غیر معمولی خدمات کے اعتراف میں انہیں 2010 میں صدارتی تمغہ حسنِ کارکردگی سے نوازا گیا جبکہ بنگلہ دیش پر ان کی تحقیقی کاوشوں کے اعتراف میں حکومتِ بنگلہ دیش نے بھی انہیں اعزاز بخشا۔ وہ جنوبی ایشیا کے ممتاز دانشوروں اور ادیبوں میں شمار ہوتے تھے۔ سادہ مزاج اور دنیاوی خواہشات سے بے نیاز احمد سلیم نے زندگی بھر علم اور انسان دوستی کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ 11 دسمبر 2023 کو ان کے انتقال سے ملک ایک بڑے دانشور، محقق اور ادیب سے محروم ہو گیا۔ تاہم ان کا فکری ورثہ، علمی خدمات اور انسان دوستی آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر شفقت منیر احمد: تخلیق محض خوشیوں کا بیان نہیں بلکہ بکھرے ہوئے لمحوں کو جوڑنے کا ہنر ہے۔ اسی لئے احمد سلیم کی تحریروں میں ایک خاموش اُداسی کے ساتھ ساتھ فکری وقار اور داخلی استحکام بھی جھلکتا تھا۔ ان کے نزدیک ادب زندگی کی تہوں میں چھپے ہوئے سچ کی بازیافت تھا۔ وہ سچ کو جان کر جینے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ ان کا اپنے ساتھی اہلِ علم، محققین اور اداروں خصوصاً ایس ڈی پی آئی کے ساتھ تعلق نہایت احترام، تعاون اور فکری تبادلے پر مبنی تھا۔ وہ علمی محفلوں میں ایک خاموش مگر بامعنی شریک کے طور پر پہچانے جاتے تھے اور اپنے ہم عصر لکھنے والوں کے لئے ہمیشہ رہنمائی اور فکری مکالمے کا ذریعہ بنتے رہے۔

عظمیٰ ہارون: مجھے احمد سلیم صاحب کو قریب سے جاننے کا موقع 2003 میں ملا جب میں نے پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (SDPI) میں شمولیت اختیار کی تو وہ اکثر کتابوں کے ڈھیروں کے درمیان مطالعہ میں گم دکھائی دیتے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ایس ڈی پی آئی کی لائبریری جگہ کی کمی اور ڈیجیٹل مواد کے بڑھتے رجحان کے باعث سکڑتی چلی گئی لیکن احمد سلیم کی ذاتی لائبریری مسلسل وسعت اختیار کرتی رہی۔ اُن کا گھر کتابوں، اخبارات، رسائل اور نادر دستاویزات کا ایسا خزانہ بنتا گیا جو آج دور دراز سے آنے والے طلبہ اور محققین کیلئے ایک قیمتی علمی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ زندگی کے آخری برسوں میں صحت کے مسائل نے انہیں گھیرے رکھا لیکن ادب، تحقیق، تاریخ اور تحریر سے اُن کی وابستگی بدستور

قائم رہی۔ اُن کی صلاحیتوں کا ایک اور نمایاں پہلو ایس ڈی پی آئی کی سالانہ پائیدار ترقی کانفرنس میں نظر آتا رہا۔ وہ ایسے منفرد اور غیر روایتی موضوعات کا انتخاب کرتے تھے جن پر گفتگو کیلئے دنیا بھر سے ماہرین اور دانشوروں کے ساتھ سامعین بھی کھچے چلے آتے اور ہال میں تل دھرنے کی بھی جگہ نہ رہتی۔ وہ علم، تاریخ اور ثقافت کے ایسے امین تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی جنوبی ایشیا کی گمنام اور فراموش شدہ داستانوں کو محفوظ کرنے اور نئی نسل تک پہنچانے کے لئے وقف کئے رکھی۔

ڈاکٹر حمیرا اشفاق: احمد سلیم محض ایک ادیب، شاعر یا محقق ہی نہیں بلکہ اپنے عہد کے فکری اور ثقافتی شعور کی ایک توانا آواز تھے۔ ان کی شخصیت ادب، تاریخ، تحقیق اور سماجی جدوجہد کے مختلف پہلوؤں کا حسین امتزاج تھا۔ باچا خان کی انسان دوستی، فیض احمد فیض کی ترقی پسند فکر اور عہد کے سیاسی وسماجی حالات نے ان کے نظریات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے شاعری، تاریخ نویسی، صحافت اور ثقافتی ورثے کے تحفظ کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ علمی دیانت، وسیع مطالعہ اور انسانی اقدار سے وابستگی نے انہیں پاکستان کے ممتاز دانشوروں اور محققین کی صف میں نمایاں مقام عطا کیا جبکہ ان کا کام آنے والی نسلوں کے لئے علم وآگہی کا ایک اہم سرمایہ ہے۔

معظم شریف بھٹی: احمد سلیم اُن معدودے چند اہلِ علم میں شامل تھے جنہوں نے اپنی زندگی کو محض ذاتی کامیابیوں تک محدود نہیں رکھا بلکہ علم، ادب اور سماجی شعور کے فروغ کو اپنا مقصد بنایا۔ وہ کتابوں، قلم اور تحقیق کے ایسے مسافر تھے جنہوں نے تاریخ کے گم شدہ گوشوں، عوامی جدوجہد کی داستانوں اور ثقافتی ورثے کو محفوظ کرنے میں ساری عمر صرف کردی۔ ان کی شخصیت میں ایک شاعر کی حساسیت، ایک محقق کی باریک بینی اور ایک دانشور کی وسعتِ نظر یکجا نظر آتی ہے۔ اپنے کام اور اپنے رفقاء کے ساتھ شفقت کی وجہ سے وہ ایس ڈی پی آئی کا گراں قدر سرمایہ تھے۔

محمد سلیم خلجی: احمد سلیم صرف ایک فرد نہیں بلکہ ایک سوچ، ایک طرزِ فکر اور ایک زندہ شعور تھے۔ سچائی ان کی شخصیت کا بنیادی وصف تھی۔ وہ زندگی کو دیانت داری، سنجیدگی اور فکری ذمہ داری کے ساتھ جیتے تھے۔ ان کی مختصر گفتگو کے پیچھے گہرا مطالعہ، وسیع تجربہ اور پختہ فکر موجود ہوتی تھی۔ وہ انسانوں کو صرف ان کے ظاہری رویوں سے نہیں پرکھتے تھے بلکہ ان کے حالات، تجربات اور پس منظر کو بھی سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کی پوری زندگی اس یقین کی عکاس تھی کہ قلم اور فکر کی طاقت انسانوں کے دل ودماغ روشن کرسکتی ہے اور معاشروں کو بہتر سمت دے سکتی ہے۔

طاہر احمد ڈھنڈسہ: احمد سلیم وہ شخصیت تھے جنہیں لوک اقدار اور وسیب سے گہری وابستگی تھی۔ پنجاب کے بٹوارے کے دکھ کو قبول ہی نہیں کیا بلکہ اُسے اوڑھ کر اپنی ذات، فکر اور تخلیق کا حصہ بنالیا۔ احمد سلیم نے ہمیشہ سچ بولا اور اجتماعی وارداتِ قلبی کو بے خوف ہوکر بیان کیا۔ یہی وجہ تھی کہ اُن کی تحریریں وقتی مصلحتوں سے ہم آہنگ نہ رہ سکیں۔ اس راہ نے انہیں سماجی اور مالی مشکلات سے بھی دوچار رکھا مگر انہوں نے کبھی اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کیا۔ ان کی اصل کامیابی یہی تھی کہ سچ کو فن اور شعور سمجھنے والے اذہان آج بھی احمد سلیم کی صداقت اور فکری دیانت کی گواہی دیتے ہیں۔

علی عامر جاوید: احمد سلیم تخلیق کے جوہر سے مالا مال تھے۔ وہ زبان کے ذریعے نہ صرف اپنا علم اور تجربہ منتقل کرتے تھے بلکہ اپنے جذبات و احساسات کو بھی قاری تک پوری شدت اور سچائی کے ساتھ پہنچایا۔ ان کی تخلیقی شخصیت میں ایک مسلسل اضطراب اور تحرک موجود تھا جو انہیں فکری طور پر ہمیشہ فعال رکھتا تھا۔ ایس ڈی پی آئی کے رفقا احمد سلیم صاحب کو صرف عزت ہی نہیں دیتے تھے بلکہ ان سے قلبی محبت اور وابستگی بھی رکھتے تھے اور یہ وابستگی ان کے جانے کے بعد بھی بدستور ہے۔

شاہد رسول: احمد سلیم کی شاعری اور نثر میں احساسات اور جذبات کی سچی ترجمانی موجود رہی۔ ان کے چہرے سے ان کی دلی کیفیات کا اندازہ لگانا مشکل تھا کیونکہ ان کی اصل پہچان ان کے الفاظ تھے جو ان کے اندرونی تجربات اور جذبات کی مکمل عکاسی کرتے تھے۔ بلوچستان کی تاریخ ہو یا بنگلہ دیش کا نوحہ، سارا شگفتہ کی یادوں پر مبنی ''مردہ آنکھیں زندہ ہاتھ'' اور پنجابی ناولٹ ''نال میرے کوئی چلے'' جیسی کتابیں ان کی ذہنی اور جذباتی کیفیتوں کی ترجمان ہیں۔

عابد رشید: احمد سلیم صاحب نے زندگی کو پوری گہرائی سے محسوس بھی کیا۔ انہوں نے امیدوں کے روشن خوابوں کے بکھرنے کے تلخ لمحے بھی جھیلے۔ یہی تلخ لمحے ان کی فکری اور ادبی دنیا میں شعور کی روشنی، تخلیق کی توانائی اور زندگی کو گہرائی سے سمجھنے کا وسیلہ بن کر سامنے آئے۔